ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جولائی ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

"وہ وجودِ پاک جامع کمالاتِ متفرقہ ہے"

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے تھے کیونکہ وہ وجودِ پاک جامع کمالاتِ متفرقہ ہے۔ پس وہ موسیٰ بھی ہے اور عیسیٰ بھی اور آدم بھی اور ابراہیم بھی اور یوسف بھی اور یعقوب بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّشانہٗ اشارہ فرماتا ہے فبھُدٰھُم اقتدہ یعنی اے رسول اللہ تُو ان تمام ہدایاتِ متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کرلے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصوّر ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالاتِ متفرقہ اور صفاتِ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۴۳)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

وفا ۱۳۷۷ ہش

جولائی ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارہ میں

27/10/98

- اداریہ ۲
- امام الکلام ۴
- کلام الامام ۵
- عربی منظوم کلام ۶
- فارسی منظوم کلام ۷
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سیرت مقدسہ کے چند عظیم الشان پہلو ۸
- اے چودھویں کے چاند (نظم) ۱۶
- حضرت مسیح موعودؑ کے شمائل و سیرت کا تذکرہ ۱۷
- مجلس انصار اللہ پاکستان کا تفریحی پروگرام ۲۵
- احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کریں ۲۶
- قرآن کریم اور سائنس ۲۹
- سیاح نبی حضرت مسیحؑ کے مختلف بلاد و امصار کے سفر ۳۳
- بلاتبصرہ ۳۹
- دعائے مغفرت ۴۰

جلد نمبر ۳۹ ؛ شمارہ نمبر ۷

شرح چندہ

پاکستان ——— ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ——— چھ روپے

اداریہ

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات ان گنت اور لا محدود ہیں۔ یہ احسانات کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہیں ساری انسانیت بھی اسی احسان تلے ہے کیونکہ آپ کی راہنمائی اور تعلیمات سے انسان نے معرفت الٰہی کی منزلوں کو طے کیا۔ اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیا اور اس احسان کا ہی نتیجہ ہوا کہ انسان خدا نما انسان بن گیا۔

محبت ایک نہایت ہی پاکیزہ جذبہ ہے اور محبت کے لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے محرکات حسن و احسان ہیں۔ حسن ظاہری ہو یا باطنی دل کے لئے باعث کشش ہے حسن ' اخلاق فاضلہ کا ہو یا اوصاف حمیدہ کا یا اعلیٰ درجہ کے کمالات ' ہوں محبت کے موجبات ہیں اور یہی جذبہ محبت کا ایک عظیم محرک ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مقدس میں محبت پیدا کرنے والے یہ محرکات موجود تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپؐ کا وجود وجہ تخلیق کائنات ہے۔ وہ اعلیٰ و اکمل وجود جامع کمالات متفرقہ ہے آپؐ مکارم اخلاق پر نہ صرف فائز تھے بلکہ ان کی تکمیل کے لئے آپؐ کو مبعوث کیا گیا تھا اور آپؐ کی حیات مقدسہ انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ تھی آپؐ نے انسان کو اس کے بلند تر اشرف و اعلیٰ مقام کی معرفت دی۔ تو یہ وہ احسان تھا جس نے آپؐ کو سب کا محبوب بنا دیا۔

دن مہینے اور سال سب رب کریم کے ہیں اور سبھی رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہیں تاہم افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے حوالہ سے ربیع الاول کو ایک خاص نسبت حاصل ہے۔ یہ مہینہ دل و دماغ کو یاد محبوبؐ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ محض رسمی قیل و قال اور رسوم و تقریبات سے ہٹ کر ہماری زندگی کی ابتداء سے آخر تک ہر لمحہ ہمارے معمولات عبادات اٹھنا' بیٹھنا' کھانا' پینا سفر و حضر عائلی اور معاشرتی زندگی کے لئے آپؐ ہی اسوہ حسنہ ہیں اور آپؐ کی اتباع دعویٰ محبت کو سچا ثابت کرتی ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ محبت الٰہی جو انسان کی آخری منزل ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و اطاعت کے بغیر نہیں ملتی یعنی اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے محبت چاہتا ہے۔ تو اسکے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کرنا ضروری ہے نتیجۃً اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا پھر اس محبت و اطاعت کا رنگ ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس کی نظیر دنیوی اور ظاہری رشتوں میں بھی نظر نہ آتی ہو۔ ایک حدیث کے مطابق تو ایمان کامل بھی اسی پر موقوف ہے

آپ ؐ نے فرمایا کہ کسی شخص کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسکو اس کے والدین اولاد اور تمام دوسرے لوگوں (دوستوں رشتہ داروں) سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ پس محبت کا یہ رنگ اور جذبہ اور عملی زندگی میں اسوہ رسول ؐ کی کامل پیروی سے ہی محبت رسول کے تقاضے پورے ہوتے ہیں آیئے آج محبت رسول ؐ کے ان تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہم اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل ثابت ہوں۔ محض قیل و قال اور ظاہری سج دھج رکھنے والی محفلوں سے گریز کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نمونہ کو اپنائیں اور آپ ؐ کے اسوہ حسنہ کے مطابق اپنے اعمال کو ڈھالیں اور یوں لگے کہ ہم نے حضور اقدس ؐ کو دنیا کی ہر چیز پر مقدم کرلیا ہے:

انگلستان میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ، جماعت احمدیہ کی عظیم الشان عالمگیر اجتماعیت اور محبت و اخوت کا مظہر ہے، اس کی غرض محض للہی ہے جس میں دین حق کی سربلندی اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کا اظہار بنیادی مقصد ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اس مقدس جلسہ کی بنیاد قادیان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں رکھی گئی۔ پہلے جلسہ سالانہ میں ۷۵ مبارک وجود شامل ہوئے جبکہ حضرت اقدس ؑ کی زندگی میں آخری جلسہ منعقدہ ۱۹۰۷ء میں ۷۰۰ قدوسیوں نے شرکت کی جلسہ سالانہ پہلے قادیان دارالامان میں اور پھر ربوہ پاکستان میں مرکزی حیثیت کا حامل اپنی پوری شان و شوکت سے منعقد ہوتا رہا۔ پھر یہ مقدس اجتماع دنیا بھر کے بلاد و امصار میں محبت و اخوت کی حسین تصویر بن کر ابھرا اسی اجتماعیت کی ایک جھلک انگلستان کی سرزمین میں احمدیت کی مرکزیت کا دلکش نظارہ پیش کرتی ہے۔

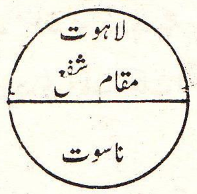
جماعت احمدیہ کو ایک عالمگیر حیثیت حاصل ہے۔ اس کا مرکز خلیفہ ہے۔ اور جہاں خلافت کا مبارک وجود ہو گا اسی مقام کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گی۔ انگلستان میں جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کو اس لحاظ سے ایک خاص اہمیت اور امتیاز حاصل ہے۔ پھر اس میں مشرق و مغرب سے ملک ملک کے باسی مختلف زبانیں بولنے والے ایمان و عرفان سے لبریز، چہروں پہ روحانیت کی تابندگی لئے سَلَامًا سَلَامًا کہتے رُحَمَاءُ بَيْنَهُم کا منظر پیش کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ طیور ابراہیمی جو اس مقدس جلسہ میں شرکت کے لئے محو پرواز ہیں زہے نصیب! ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر لحاظ سے مبارک کرے اور اس میں شرکت کرنے والے ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹیں۔ آمین۔

★ ★ ★

امام الکلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ مقام شفاعت

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کے بارہ میں فرماتے ہیں: ''..... شفیع کے لئے .... ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اس کے دل میں اترا ہوا ہو اور اسکی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلی پیدا ہو گئی ہو۔ اور اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہہ نکلی اور اس طرح پر قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو۔ اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اس کی ہمدردی میں اس کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہو گی۔ اور گویا شدت قلق سے اس کے اعضاء اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں۔ اور اس کی ہمدردی نے اس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غم خوار سے بڑھ کر ہے۔ پس جب یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائیگا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جفت۔ تب دونوں پلہ میزان کے اس میں مساوی ہونگے۔ یعنی وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہو گا اور مظہر ناسوت کامل بھی اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہو گا۔ اس طرح پر



اس مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا۔ اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا۔ اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا۔ یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہٰذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا۔ اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے''

(ریویو آف ریلجنز اردو جلد اول صفحہ ۱۸۷ بحوالہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صفحہ)

کلام الامام

مقامِ ختمِ نبوت یعنی مقامِ محمدیّت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مقام ختم نبوت یعنی مقام محمدیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مقام محمدیت کی حقیقت کے سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے نوازا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "مقام محمدیت" مقام خاتم النبیین اور اس نسبت سے دوسرے انبیاء کے ساتھ آپؐ کا تعلق بڑی وضاحت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ حضرت مصلح موعود .... نے اس کو اپنے تفسیر صغیر کے نوٹوں میں بھی بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ "معراج" میں مقام محمدیت کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کی امت مسلمہ کے سامنے یہ تصویر رکھی گئی کہ اہل زمین جو نبی نہیں عوام ہیں (اور امت محمدیہ کے فرد ہوں یا دیگر تمام بنی نوع انسان ہوں ان کو ہم کہیں گے وہ اہل زمین ہیں یعنی زمین میں بسنے والے انسان ہیں)۔ جنہیں روحانی رفعت کا وہ مقام حاصل نہیں جسے ہم رسالت کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ آپؐ نے گویا اہل زمین کو فرمایا کہ اپنے زمینی مقام سے اوپر نگاہ کرو تمہیں پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نظر آئیں گے تمہیں دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نظر آئیں گے (واضح رہے کہ ہر آسمان پر ایک ایک یا دو دو کا گروہ علامت کے طور پر ہے یعنی وہ سارا گروہ جو حضرت آدم علیہ السلام کا مقام رکھتا ہے ان کے لئے پہلا آسمان ہے۔ جن کی روحانی رفعت حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ نسبت رکھتی ہے ان کے لئے دوسرا آسمان ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس) تمہیں تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئیں گے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نظر آئیں گے چھٹے آسمان پر صاحب شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے اور ساتویں آسمان پر غیر شرعی نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئیں گے اور اس سے بھی اوپر یعنی عرش رب کریم پر حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ گویا حقیقت معراج میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرش رب کریم ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا جو تمام صفات کاملہ حسنہ سے متصف ہے اس نے اپنے نہایت ہی پیار کے ساتھ مظہر اتم الوہیت بنا کر اپنی دائیں طرف آپؐ کو بٹھایا۔ یہ ہے مقام ختم نبوت جو حقیقت معراج میں تصویری زبان میں بتایا گیا ہے .... یہ شرف آپؐ کے مقام کے لحاظ سے اور اس محبت کی وجہ سے ہے جو آپؐ کو اپنے خدا سے تھی اور اس پیار کی وجہ سے جس سے آپؐ کو نوازا گیا تھا۔ یہ ہے وہ مقام ختم نبوت جو خدا تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء)

عربی منظوم کلام

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِيْ وَجْهِهٖ   وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ

آپ کے چہرہ میں خدا کا چہرہ نمایاں ہے اور خدا کی صفات (آپ کی) اس شان سے جلوہ گر ہو گئیں

فَلِذَا يُحَبُّ وَيَسْتَحِقُّ جَمَالُهٗ   شَغَفًا بِهٖ مِنْ زُمْرَةِ الْاَخْدَانِ

سو اسی لئے تو آپ سے محبت کی جاتی ہے اور آپ کا ہی جمال اس لائق ہے کہ دوستوں کے گروہ میں سے صرف آپ ہی سے بے پناہ محبت کی جائے

سُجُحٌ كَرِيْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰى   خِرْقٌ وَفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْيَانِ

آپ خوش خلق، معزز سخی، تقویٰ کے سچے دوست، فیاض اور جواں مردوں کے گروہوں پر فوقیت رکھنے والے ہیں

فَاقَ الْوَرٰى بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ   وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ

آپ ساری خلقت سے اپنے کمال اور اپنے مال اور اپنے جلال اور اپنے شاداب دل کے ساتھ فوقیت لے گئے ہیں

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى   رِيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرالوریٰ، معززین میں سے برگزیدہ اور سرداروں میں سے منتخب وجود ہیں

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ   خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ

ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپ پر کمال کو پہنچ گئیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہو گئیں ہیں

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ   وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

بخدا! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کے) نائب کے طور پر ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ دربار شاہی میں رسائی ہو سکتی ہے

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ   وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ

آپ ہر ایک مطہر اور مقدس کا فخر ہیں اور روحانی لشکر آپ پر ناز کرتا ہے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۹۳-۵۹۲)

فارسی منظوم کلام

عجب نوریست در جان محمدؐ عجب لعلیست در کان محمدؐ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف کہ گردد از محبان محمدؐ

دل اس وقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمد صلعم کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم کہ دارد شوکت و شان محمدؐ

دونوں جہاں میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو محمد صلعم کی سی شان و شوکت رکھتا ہو

اگر خواہی نجات از مستئ نفس بیا در ذیل مستان محمدؐ

اگر تو نفس کی بد مستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مستانوں میں سے ہو جا

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش محمدؐ ہست برہان محمدؐ

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ ہی خود محمدؐ کی دلیل ہے

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند نتابم رو ز ایوان محمدؐ

اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جاوے یا جلا دیا جاوے تو پھر بھی میں محمدؐ کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیرونگا

فدا شد در رہش ہر ذرۂ من کہ دیدم حسن پنہان محمدؐ

اس کی راہ میں میرا ہر ذرہ قربان ہے کیونکہ میں نے محمدؐ کا مخفی حسن دیکھ لیا ہے

دگر استاد را نامے ندانم کہ خواندم در دبستان محمدؐ

میں اور کسی استاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ میں تو محمدؐ کے مدرسہ میں پڑھا ہوں

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۴۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ

نصرت الٰہی، توکل علی اللہ اور حسن اخلاق کے اہم واقعات

نصر اللہ خاں ناصر

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت　　اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی ہے

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سید الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مخالفت بعثت کے روز اول سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ وہی لوگ جو چند لمحے پہلے آپ کی مدح میں رطب اللسان تھے۔ آپ کی تعریف و توصیف میں گیت گاتے تھے۔ اعلان رسالت کے وقت دریافت کرنے پر یہی جواب تھا کہ مَاجَرَّبْنَا اِلَّا الصِّدْقَ کہ ہم نے آپ سے صدق کے سوا اور کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کیا۔ اب وہی لوگ تھے جو توحید کی تعلیم کا سنتے ہی اشد مخالف و معاند بن گئے اور پھر جوں جوں آپ کے متبعین کی تعداد بڑھتی گئی مخالفت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا اور آئمۃُ الکفر نے دعوت الی اللہ روکنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ کمزور اور غریب لوگ اسلام قبول کرنے لگے تو کفار کی ایذا رسانیوں میں شدت آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیغام پہنچانے میں جو جو ذرائع بھی اختیار کئے کفار نے ان میں روک پیدا کی اور آپ کے صحابہؓ پر بے پناہ مظالم توڑے۔ آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر مظالم کی یہ داستان بہت طویل ہے اس دشمنی اور ایذا رسانی میں طبقات ابن سعد کے مطابق مندرجہ ذیل عمائدین پیش پیش تھے۔

ابو جہل، ابو لہب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس بن عدی، ولید بن المغیرہ، امیہ، ابی بن خلف، ابو قیس بن فاکہہ بن المغیرہ، عاص بن وائل، نضر بن حارث، منبہ بن الحجاج، زبیر بن ابی امیہ، سائب بن سیفی، اسود بن عبدالاسد، عاص بن سعید بن العاص، عاص بن ہاشم، عقبہ بن ابی معیط، ابن الاصدی، ہذل، حکم بن ابی العاص، عدی بن حمرا۔

ان میں سے اکثر صاحب اقتدار و حشمت تھے مگر کسی قانون اور ضابطہ کا پاس نہ تھا جو کسی کے جی میں آتا کرتا۔ لیکن یہ کوئی تعجب انگیز رویہ نہ تھا۔ قدیم سے انبیاء اور اہل اللہ کے ساتھ یہی سلوک ہوتا چلا آیا ہے۔ کفار کی بے رحمی سخت دلی اور سفاکی اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ قریش ان غریب مسلمانوں کو تپتی ریت پر لٹا دیتے، چھاتی پر

بھاری پتھر رکھ دیتے لوہے کو آگ میں گرم کر کے جسموں کو داغتے۔ سنگریزوں پر گھسیٹتے مندرجہ ذیل صحابہؓ خاص طور پر اس ظلم ستم اور تعذیب و تشدد کا شکار تھے۔

حضرت خباب ابن الارت، حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت عمار، حضرت صہیب رومی، حضرت ابو فکیھہ، حضرت لبینہ، حضرت زنیرہ، حضرت نہدیہ، حضرت ام عبیس، حضرت عثمان، حضرت ابوذر، حضرت زبیر بن العوام رضوان اللہ علیھم اجمعین۔

یہ داستان ظلم وہ پس منظر ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف اپنے صحابہؓ کو ہجرت کی اجازت دی یہ ہجرت ۵ سن نبوی کی ہے اس میں گیارہ صحابہؓ اور چار صحابیاتؓ شامل تھیں طبری سے منقول ہے

"ان لوگوں نے ۵ سن نبوی ماہ رجب میں سفر کیا۔ حسن اتفاق یہ کہ جب یہ لوگ بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی جہاز حبش کو جا رہے تھے جہاز والوں نے سستے کرایہ پر ان کو بٹھالیا ہر شخص کو صرف پانچ درہم دینے پڑے قریش کو خبر ہوئی تو بندرگاہ تک تعاقب میں آئے لیکن موقع نکل چکا تھا۔

(سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۴۳ از مولانا شبلی نعمانی مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور)

کچھ عرصہ بعد بعض صحابہؓ حبشہ سے واپس آ گئے تھے۔ مگر جب وہ دوبارہ ہجرت پر آمادہ ہوئے تو کفارہ مکہ نے سخت مزاحمت کی تاہم تقریباً ایک سو صحابہؓ مکہ سے نکل گئے اور حبشہ میں اقامت اختیار کر گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تو کچھ لوگ وہاں آ گئے۔ جو باقی وہاں رہ گئے تھے ۷ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلالیا۔

مکہ اور اس کے ماحول میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر جو بیت رہی تھی وہ جبرو استبداد کی ایک طویل داستان ہے جو نبوت کے بارہ تیرہ سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ نے صبح و شام قوم کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف بلایا۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی رنگ میں بھی آپ قریہ قریہ بستی بستی قبائل کو دعوت دیتے رہے۔ مگر آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ طائف والوں کو دعوت دی مگر آپؐ لہولہان اس شہر سے لوٹے اس موقعہ پر آپؐ کی یہ دعا کیسی تڑپ رکھتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَااَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی بَعِیْد یتجھمنی اَمْ اِلٰی عدو ملکتهٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ بِكَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلا ابالی وَلٰکِنْ عَافِیَتُكَ ھِیَ اَوسع لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وصلح عَلَیْهِ امرالدُّنْیَا وَ الاٰخِرَةَ من ان تنزل بِیْ غضبكَ اَوْیحل علی

سخطك لك العتبى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ

(سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۴۷)

یعنی اے میرے رب! میں تیرے پاس اپنی کمزوریوں اور اپنے سامانوں کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں اپنے حقیر ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔ لیکن تو غریبوں اور کمزوروں کا خدا ہے۔ اور تو میرا بھی خدا ہے تو مجھے کس کے ہاتھوں میں چھوڑے گا۔ کیا اجنبیوں کے ہاتھوں میں جو مجھے ادھر ادھر دھکیلتے پھریں گے یا اس دشمن کے ہاتھ میں جو میرے وطن میں مجھ پر غالب ہے اگر تیرا غضب مجھ پر نہیں تو مجھے ان دشمنوں کی کوئی پروا نہیں۔ تیرا رحم میرے ساتھ ہے اور تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے میں تیرے چہرہ کی روشنی میں پناہ چاہتا ہوں ۔ یہ تیرا ہی کام ہے کہ تو تاریکی کو دنیا سے بھگا دے اور اس دنیا اور اگلی دنیا میں امن بخشے تیرا غصہ اور تیری غیرت مجھ پر نہ بھڑکیں تو اگر ناراض بھی ہوتا ہے تو اس لیے کہ پھر خوشی کا اظہار کرے اور تیرے سوا کوئی حقیقی طاقت اور کوئی حقیقی پناہ کی جگہ نہیں۔

دن گزرتے گئے چشم فلک نے وہ وہ ظلم اللہ کے بندوں پر ہوتے دیکھے کہ جس کی نظیر دنیا کی مذہبی تاریخ میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ شعب ابی طالب کا دور بھی گزر چکا اہل طائف کے جور و ستم نے بھی انتہا کر دی اس ایذا رسانی میں کفار کی انتہا یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ وہ ان کی عبادت میں بھی روک بنتے تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتا رہا چنانچہ اس کیفیت کو یوں بیان کیا گیا۔

"اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَاَمَرَ بِالتَّقْوٰى اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى (علق: ۱۰ تا ۱۴)

یعنی اے مخاطب تو مجھے اس شخص کی خبر دے جو ایک عبادت گزار بندے کو نماز سے روکتا ہے تو مجھے بتا تو سہی کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا ہدایت پر ہو یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو اور روکنے والا منکر ہو اور اس سے منہ پھیرتا ہو تو روکنے والے کا کیا انجام ہو گا

مکہ کے اندر اور باہر اہل ایمان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو اب ہجرت کے سوا کون سا راستہ باقی رہ گیا تھا۔ صحابہؓ کو تو ہجرت کی اجازت دے دی گئی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اذن الٰہی کے منتظر تھے۔

ہجرت کے محرکات 'اہل مدینہ کا قبول حق کی طرف پہلا قدم

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت و تبلیغ کو ان قافلوں اور وفود تک وسیع کر دیا تھا جو مختلف مواقع پر مکہ میں آتے آپ انہیں مکہ سے باہر جا کر ملتے اور توحید کی تعلیم دیتے۔ کفار کو جب اس کا علم ہوا تو آئمۃ الکفر نے اس میں بھی روک پیدا کی۔

اب ہجرت مدینہ کے لئے آثار و اسباب ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ حج کا زمانہ آگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کی وادی میں پھر رہے تھے کہ چھ سات مدینہ کے باشندے آپؐ نے دیکھے (منیٰ کی گھاٹی کو عقبیٰ کا نام دیا گیا ہے) آپؐ نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بتایا کہ خزرج قبیلہ۔ آپ نے فرمایا جو یہودیوں کا حلیف ہے انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کچھ دیر میری باتیں سنیں گے۔ تو وہ بیٹھ کر آپ کی باتیں سننے لگے ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا ہوا تھا۔ مزید دلچسپی پیدا ہوئی۔ وہ آپ کی باتیں سن کر متاثر ہوئے اور کہا کہ آپ کی تعلیم قبول کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا مدینہ کے لوگ اس تعلیم کو قبول کرلیں گے انہوں نے واپس جاکر اپنی قوم سے مشورہ کے بعد فیصلہ کرنے کے لئے عرض کیا۔ یہ لوگ واپس گئے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ذکر اپنی قوم میں کیا۔ اس وقت مدینہ کے قبائل اوس و خزرج یہودیوں کی ان باتوں سے متاثر تھے کہ ایک نبی مثیل موسیٰؑ ظاہر ہونے والا ہے جب ان واپس لوٹنے والے حاجیوں سے اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی بابت سنا تو وہ آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے کہ یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کی خبر ہمیں یہود دیتے رہے ہیں۔

بیعت عقبیٰ اولیٰ ‘ ۱۱۔ سن نبوی

اگلے سال حج کے موقعہ پر مدینہ سے بارہ آدمی مکہ کے لئے روانہ ہوئے ان میں سے دس خزرج قبیلہ کے تھے اور دو اوس سے تھے۔ منیٰ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کا اقرار کرلیا۔ یہ لوگ واپس گئے اور مدینہ میں تبلیغ شروع کردی اور اپنے اندر غیر معمولی تبدیلی پیدا کی اور پھر مکہ میں ایک آدمی بھجوایا کہ ان کے لئے ایک مبلغ بھجوایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت مصعبؓ کو جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے مدینہ میں دعوت اسلام کے لئے بھجوایا اس طرح حضرت مصعبؓ مکہ سے باہر پہلے باقاعدہ مبلغ تھے۔

ہجرت سے قبل مدینہ میں پہلے سال میں چھ افراد حضرت اقدسؐ کے مصدق تھے۔ اول المصدقین ابوامامہ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے تھے۔ اس کے بعد ۱۱ سن نبوی میں بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی جس میں اوس و خزرج کے ۱۲ افراد نے اسلام قبول کیا۔ ان میں ۵ مصدقین بھی تھے۔ اب مدینہ کی فضا اور بھی بہتر ہونے لگی دونوں قبائل کے بعض بڑے بڑے سردار بھی ایمان لانے لگے مصعب بن عمیرؓ کی محبت و حکمت کارگر ثابت ہوئی۔ چنانچہ اوس و خزرج کے لوگ بڑی سرعت سے مسلمان ہونے لگے بنو عبدالاشہل کا قبیلہ ایک ہی دن میں ایمان لے آیا ان کے سردار سعدؓ بن معاذ تھے۔ جو تمام قبیلہ اوس کے بھی سردار مانے جاتے تھے۔ اسعدؓ بن زرارہ بھی انہی کے خالہ زاد تھے وہ بھی ایمان لا چکے تھے۔ ایک اور بڑے سردار اسیدؓ بن الحضیر تھے ان سب کو قبول حق کی توفیق ملی۔ اس طرح وہ بند ٹوٹ گیا اور

اہل مدینہ کے دل مسخر ہونے لگ گئے۔ سعدؓ بن معاذ کے اسلام لانے کے بعد انہی کی دعوت و تبلیغ سے ان کا پورا قبیلہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

ہجرت کے بارہ میں ایک الٰہی بشارت

انہی ماہ و سال کے دوران اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم الشان سیر کشفی کرائی جو واقعہ اسراء کے طور پر مشہور ہے۔ اس کا سورہ بنی اسرائیل میں یوں ذکر ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔

(بنی اسرائیل:۲)

یعنی وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) لے گیا تاکہ اپنے نشانات اسے دکھائے۔

واقعہ اسراء ایک عظیم الشان روحانی کشف تھا اس میں بتایا گیا کہ آپؐ بیت المقدس (یروشلم) گئے جہاں انبیاء علیہم السلام نے آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ یروشلم کی تعبیر مدینہ تھا جو آئندہ کے لئے خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کا مرکز بننے والا تھا۔ اور آپؐ کے پیچھے انبیاء کرام کے نماز پڑھنے کی تعبیر یہ تھی کہ مختلف مذاہب کے لوگ اور انبیاء کے ماننے والے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو جائیں گے اور آپؐ کا مذہب عالمگیر ہو جائے گا۔ کیونکہ آپؐ کا مقام و دعویٰ بھی رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن اور کَافَّۃً لِّلنَّاسِ تھا۔ واقعہ اسراء جب پیش آیا تو یہ وقت اہل ایمان کے لئے نہایت ہی سخت تھا کفار کی ایذائیں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ حبشہ کی طرف صحابہؓ کی دوبارہ ہجرت ہو چکی تھی۔ وطن اور پھر مکہ جیسے مقدس وطن کو کون چھوڑنا چاہتا تھا عجیب کیفیت تھی۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشف کا سننا تھا کہ مکہ والوں نے استہزاء و تمسخر کیا۔ ہر مجلس میں اس پر ہنسی اڑائی جاتی روایات کے مطابق اس کشفی سیر کا کچھ نظارہ ان منکرین کو بھی دکھا دیا گیا تھا کہ انہیں معلوم ہو کہ اب خدا کی تقدیر ظاہر ہونے والی ہے۔ کفار مکہ کے ظلم و تعدی اور امیدوں کے برعکس تو اہل حق کی کامیابیاں یقینی ہوتی جا رہی تھیں اور انکی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

بیعت عقبیٰ ثانیہ اور آسمانی تائید و نصرت

بیعت عقبیٰ ثانیہ اور آسمانی تائید و نصرت ۱۲ سن نبوی میں مدینہ کے مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ مکہ میں وارد ہوا ۷۳ افراد منیٰ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان میں سے ۶۲ خزرج کے تھے اور ۱۱ اوس سے آپ نے اس گروہ میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے جن کے نام خود انصار نے پیش کئے ان میں نو خزرج کے تھے اور

تین اوس کے تھے۔ ان میں حضرت براءؓ بن معرور وہ صحابی تھے جنہوں نے انصار کی نمائندگی میں خطاب کرتے ہوئے اخلاص و وفا کا اقرار کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

اسی گروہ انصار میں سعدؓ بن زرارہ نے بھی کھڑے ہو کر اپنے گہرے اخلاص و جوش کا اظہار کیا جس پر بیعت کرنے والوں نے پر جوش اپنی تائید و وفاداری کا اقرار کیا۔

بارہ نقیب جو مختلف قبائل اوس و خزرج کے رئیس تھے ان کا انتخاب درحقیقت تمام انصار مدینہ کا قبول اسلام تھا۔ جب صبح کو اس عظیم الشان بیعت عقبیٰ کی خبر پھیلی تو قریش انصار کے پاس آئے اور شکایت کی انصار کے ساتھ جو بت پرست تھے ان کو اس بات کی خبر نہ تھی انہوں نے اس خبر کو جھٹلایا جس پر قریش کا وفد لوٹ گیا۔ انہی بت پرستوں میں عبداللہ بن ابی سلول کا نام آتا ہے جو مدینہ والوں کے متوقع سربراہ اور سردار تھے۔ وہ بیعت عقبیٰ کے موقع پر موجود نہ تھے۔ بیعت عقبیٰ کی آخری شرط یہ تھی کہ انصار آپ کی جان کی حفاظت کریں گے اس طرح اب مدینہ دارالامان قرار پا چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کی لیکن صحابہؓ نہایت خاموشی سے ہجرت کرتے گئے اس طرح اکثر صحابہؓ چلے گئے۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے کچھ لوگ مفلسی اور ضعف کے باعث لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْباً فِی الْاَرْضِ کے مصداق یعنی سفر کی استطاعت نہ رکھتے تھے اس ظالموں کی بستی کی نذر رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو ہجرت

مکہ کے اردگرد سے جو اشراف و بااثر افراد مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مکہ کے ظالموں کا اصل ہدف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک ہے اور اب جوں جوں دعوت حق کا پھیلاؤ ہوتا جارہا تھا جبر و تشدد کے ہتھیاروں کی جھنکار بھی بڑھتی جارہی تھی۔ آپؐ کے ساتھ اخلاص و وفا کا دم بھرنے والے اپنے پاس بلا رہے تھے اور حفاظت کی ذمہ داری لینے کی پیشکش کر رہے تھے۔ چنانچہ قبیلہ اوس ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ کا مالک تھا اس کے رئیس طفیل بن عمرو نے اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ مگر آپ نے انکار فرمایا۔ اسی طرح منیٰ کے میدان میں بھی ایک شخص نے یہی خواہش کی تھی۔ لیکن قضا و قدر نے خدمت و حفاظت کا یہ عظیم الشان شرف انصار کے لئے رکھا تھا چنانچہ قبل از ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رویاء دیکھا کہ ہجرت کا مقام باغات والا علاقہ ہے۔ آنحضورؐ کا خیال یمامہ اور ہجر کی طرف بھی گیا تھا مگر یہ مقام یثرب تھا جو بعد میں مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر اور پھر مدینہ معروف ہوا۔ یہ سرزمین قبول حق اور اخلاص و وفا کے لئے کشادہ دلی سے منتظر تھی۔ چنانچہ ۱۳

سن نبوی انصار مدینہ کے ایک بڑے گروہ نے منیٰ یعنی عقبیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ کے لئے درخواست کی تھی اور آپ کی حفاظت کے عہدو پیمان پر بیعت کی تھی

عمائدین و کفار مکہ کا منصوبہ اور تائید الٰہی

اکثر صحابہؓ مدینہ پہنچ چکے تھے اور مکہ کی گلی گلی میں مکان بند پڑے تھے اور کفار اس وجہ سے پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ شکار ان کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ وہ جو کمزور ضعیف اور سفر کی تاب نہ رکھتے تھے وہ ان ظالموں کے شکنجے میں تھے آئمتہ الکفر نے جب دیکھا کہ مسلمان مدینہ جا کر طاقت پکڑتے جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے دارالندوہ جو درحقیقت مکہ والوں کی شوریٰ گاہ یا پارلیمنٹ تھی اجلاس کیا اس میں ہر قبیلہ کے روساء یعنی عتبہ' ابوسفیان' جبیر بن مطعم ' نضر بن حارث بن کلاہ' ابوالبختری' ابن ہشام زمعہ بن اسود بن مطلب' حکیم بن حزام' ابو جہل' منیہ' منبہ' امیہ بن خلف وغیرہ شریک ہوئے دارالندوہ میں مختلف تجویزیں رکھی گئیں چنانچہ سیرت النبی شبلی نے اس کا خلاصہ بحوالہ بخاری یوں بیان کیا ہے۔

"ایک نے کہا محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے دوسرے نے کہا جلاوطن کر دینا کافی ہے۔ ابو جہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص انتخاب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اس اخیر رائے پر اتفاق ہو گیا۔" (جلد اول صفحہ ۱۶۱)

قرآن کریم میں ان کے اس مشورہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

"وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ

(انفال : ۳۱)

اور یاد کر کہ جب کفار تیرے متعلق منصوبے کرتے تھے تاکہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں اور وہ اپنی طرف سے مضبوط منصوبے بنا رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے

(یہ منصوبہ دارالندوہ میں ماہ صفر ۱۳ سن نبوی کے آخری ایام میں ہوا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد کا سفر مدینہ کے ۱۴ ممکنہ ایام سفر تاریخ نزول قبا (مدینہ) ۲۰ ستمبر سے نکالے جائیں تو قیاس یہی ہے کہ دارالندوہ کا فیصلہ ۷ ستمبر

کو ہوا ہو گا تاہم ان تاریخوں میں ایک حکمت ہے)

ہجرت کے ارادہ سے جب آپ تیار ہوئے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کے ہاں تشریف لے گئے تھے اور انہیں بھی ساتھ جانے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت بخاری کتاب المناقب میں منقول ہے کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو اٹھا دو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ!" مجھے قسم ہے آپؐ کے رشتہ دار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا مجھے ہجرت کا حکم ہوا ہے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا" یا رسول اللہ!" مجھے بھی ساتھ ہی جانے کی اجازت دیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا" (باب ہجرۃ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینہ)

حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے چار ماہ سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں۔ آپ نے عرض کی کہ حضور ایک آپؐ قبول فرمائیں اس محسن اعظم کا ارشاد ہوا اچھا مگر قیمت کے ساتھ۔ حضرت عائشہؓ جو اس وقت کم سن تھیں اور آپ کی بڑی بہن اسماءؓ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ تھیں نے سفر کا سامان تیار کیا اور دو تین دن کا کھانا ساتھ رکھ دیا

دارالندوہ میں اتفاق رائے کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا تاکہ منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ مگر دوسری طرف اسوہ رسولؐ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے اذن الٰہی پاتے ہی جب سفر ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؐ نے اپنی ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کا خیال رکھا اور قریش کو بھی باوجود شدید عناد و مخالفت کے 'آپ کے اعلیٰ اخلاق پر اعتماد تھا۔ وہ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھتے تھے انہیں یقین تھا کہ آپؐ ان کی امانتیں ضرور لوٹائیں گے۔ اس طرح وہ مطمئن تھے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ارادہ کی خبر ہو چکی تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں مدینہ کو ہجرت کر رہا ہوں تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میرے جانے کے بعد امانتیں واپس کر دینا۔ چنانچہ حضرت علیؓ خواب گاہ رسالت پر موجود رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا خوف مکہ سے تاریکی شب میں روانہ ہو گئے اس طرح اذن الٰہی سے سفر ہجرت کا آغاز ہوا (باقی آئندہ)

محترم مولانا چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ کی وفات

سلسلہ احمدیہ کے نامور خادم اور مربی سلسلہ مولانا چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب مورخہ ۸ جولائی کو بوجہ کینسر ۶۳ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ بڑے محنتی خوش خلق اور ملنسار وجود تھے۔ براعظم افریقہ کے مختلف ممالک اور جزائر فجی میں ۱۸ سال تک اور ایک لمبا عرصہ پاکستان میں خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیا۔ مجلس انصاراللہ میں بھی دعوت الی اللہ اور دیگر امور میں خاص تعاون کرتے رہے آپ تا دم آخر مجلس وقف جدید میں مفوضہ فرائض ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں ارفع مقام عطا کرے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

اے چودہویں کے چاند

اے چودہویں کے چاند قسم تیرے نور کی
تمہید بن گیا ہے تُو آج اِک ظہُور کی

وہ چودہویں کا چاند کہ احمدؐ ہے جس کا نام
آئی ہے یاد تجھ سے مجھے آنحضورؐ کی

اے چاند تُو بھی شرق میں آکر ہوُا تمام
مشرق ہی اس کی سمت ہے اِتمامِ نور کی

اس چودہویں کے چاند سے اے چودہویں کے چاند
نسبت تجھے ضرور ہے لیکن ہے دُور کی

جس چودہویں کی رات میں تجھ کو ملا کمال
وہ چودہویں کی رات ہے اس کے ظہور کی

احمدؐ وہ ماہتاب محمدؐ وہ آفتاب
لاکھوں تجلّیاں ہیں جہاں کوہِ طُور کی

روحانی روشنی ہو کہ جسمانی روشنی
روشن ہیں روشنی سے فقط آنحضورؐ کی

اے عالم الغیوب تجھے کیا خبر نہیں
جو کیفیت ہے میرے دلِ ناصبور کی

کیا چیز ہیں خطائیں مری اے مرے خدا
رکھ لاج اپنے نامِ رحیم و غفور کی

یا ربّ تُو میری ساری خطاؤں کو بخش دے
کر دُور دل سے مَیل میرے ہر قصور کی

جو کل کو آج دیکھ سکے وہ نگاہ دے
دے منزلیں سمیٹ سنین و شہور کی

دیوانگئ عشق کی ہوں مستیاں عطا
ہشیاریاں معاف ہوں عقل و شعور کی

احمدؐ کے عاشقوں میں ظفر کا بھی نام ہے
اُڑتی خبر سُنی ہے زبانی طیور کی

محمد ظفر

تبرکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شمائل و سیرت کا تذکرہ

آپ کا حلیہ مبارک، معمولات زندگی، حسن خلق اور عبادات

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے مصاحبین نے نہایت قریب سے عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھا تو ان کے پاک دلوں میں حضرت اقدس ؑ کی اعلیٰ اور حسین سیرت و صورت کے نقوش جم گئے۔ آپ کے حلیہ مبارک، زندگی کے معمولات عبادات اور حسن اخلاق سے وہ اتنے متاثر تھے کہ ان کی تحریرات اور گفتگو کا ایک ایک لفظ محبت و عشق کے جذبہ سے سرشار تھا۔

مندرجہ ذیل شمائل رسیرت کے کچھ اقتباسات حضرت صاحبزادہ افتخار احمد صاحب..... خلف حضرت صوفی احمد جان (رفقائے بانی سلسلہ احمدیہ) کی تالیف "انعامات خداوند کریم" سے ماخوذ ہیں جسے قارئین کی دلچسپی کے لئے دیا جا رہا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ...... حضرت اقدس مسیح موعود کے حلیہ مبارک اور شمائل و سیرت کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"میری زبان میں وہ طاقت نہیں۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں اس محبوب رب العالمین کے حسن خلق اور حسن خلق کا ذکر کر سکوں۔ مگر اس نادار بڑھیا کی طرح یوسف کے خریداروں میں شامل ہونے کے لئے اپنی ٹوٹی پھوٹی عبارت میں جو ہو سکتا ہے پیش کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوبصورت۔ خوب سیرت۔ خوش شکل۔ خوش وضع۔ شکیل۔ ملیح۔ سفید گندمی رنگ۔ کشادہ عموداً پیشانی۔ درمیانہ بلند بینی طاقتور۔ متناسب اور معتدل اعضاء تھے۔ بجز اس کے کہ حضور کے موئے مبارک حنا شدہ تھے۔ بڑھاپے کی کوئی علامت نہ تھی حضور شہزور نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ حضور کی علالت طبع کا ہم کو پتہ لگ جاتا تھا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور کی آنکھ یا دانت کی تکلیف دیکھی یا سنی ہو۔ حضور کی نظر طاقتور اور عینک کی حاجتمند نہ تھی۔ دور اور نزدیک کی نظر بہت اچھی تھی۔ حضور پلکیں جھکائے ہوئے نظر نیچی رکھتے تھے۔ حضور کو تھوڑی مقدار میں کھانا تناول فرمانے کے سوا کسی چیز کی عادت نہ تھی۔ حضور کا مزاج اس قدر معتدل تھا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رومال یا زمین پر تھوک۔ کھنکار یا ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہو۔ ....

......

حضور کی نشست برخاست۔ رفتار۔ گفتار۔ حرکات سکنات میں بلا تصنع ایسی وجاہت تھی جیسے کوئی بلند مرتبت بادشاہ ہے۔ کوئی حضور کو پہلی نظر دیکھتا۔ گرویدہ ہوجاتا۔ محبت سے بھر جاتا۔ مئودبانہ رعب میں آجاتا اور سمجھ لیتا تھا کہ کوئی بڑا عالیشان انسان ہے۔ مخلوق الٰہی سے ایسی شفقت رکھتے تھے کہ قلوب محبت کے جوش سے بے اختیار حضور کی طرف کھنچے جاتے تھے۔ سر کے موئے مبارک سیدھے چھدرے حنا شدہ کانوں سے نیچے تک ہوتے تھے اور ریش مبارک گھنی اور سیدھی دراز حنا شدہ تھی۔ میں نے حضور کے موئے مبارک میں کبھی سفیدی کا اثر نہیں دیکھا تفکرات اور کاروبار کے ہجوم میں بھی حضور کی صفائی۔ پاکیزگی میں کبھی فرق معلوم نہیں کیا۔ دنیا دار لوگ مشکلات۔ تفکرات۔ بیماری۔ مالی تنگی کے وقت پریشان حال ہو جاتے۔ خود داری بھول جاتے اور گھبراتے ہیں۔ مگر حضور ایسے وقت بھی اطمینان خاطر اور سکینت قلب کے ساتھ بے غم وہم اور خوش حال ہوتے تھے۔ اور حضور کی عادات شریفہ میں کوئی تبدیلی نہ آتی تھی جس کا اثر ہمارے دلوں کو بھی مطمئن کر دیتا تھا۔ حضور قدرتی طور سے ایسے سریع رفتار تھے کہ اگر ساتھ والے جلدی نہ چلتے تو پیچھے رہ جاتے یہ بھی نہ تھا کہ حضور ارادتاً جلدی کرتے تھے۔ بلکہ حضور کی معمولی رفتار ہی ایسی تھی۔ ہاں اگر آہستہ چلنے کی ضرورت ہوتی تو آہستہ چلتے۔ حضور چلنے میں قدم مبارک خوب مضبوطی اور طاقت کے ساتھ زمین پر رکھتے تھے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ حضور کی قلبی طاقت کا اثر تھا جو حضور کی رفتار اور اعضا میں نمایاں تھا۔ حضور مکان سے باہر کہیں تشریف لے جاتے تو ہاتھ میں سوٹی ضرور رکھتے۔ جو کہ درمیانہ موٹی اور ایک گز کے قریب ہوتی۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوں اور ہاتھ میں سوٹی نہ ہو۔ حضور سر مبارک پر گاہے لنگی اور عموماً سفید ململ کا عمامہ حضرت خلیفۃ المسیح ...... کے عمامہ کی وضع پر خوبصورت باندھتے تھے۔ نیم شلوار کی طرح پاجامہ قمیص۔ واسکٹ اور اوپر گرم کوٹ ہوتا تھا۔ حضور کو برد اطراف کی تکلیف تھی۔ گرمی میں ایک گرم کوٹ اور سردی میں ایک سے زیادہ پہنتے۔ اور شدت سردی کے وقت پشمینہ کی چادر بھی ساتھ رکھتے۔ مگر اوڑھتے بہت کم تھے۔ سیر کو تشریف لے جاتے تو چادر نہ ہوتی۔ مگر ہاتھ میں سوٹی ضرور ہوتی۔ حضور کے پاس ایک ململ کا سفید کپڑا۔ رومال کی طرح ہوتا تھا جس کے ایک گوشہ میں جیب گھڑی اور دوسرے گوشوں میں نقدی وغیرہ بندھی رہتی تھی۔ اس رومال کو لپیٹ کر جیب میں رکھتے تھے۔ حضور کے پائے مبارک میں کبھی دیسی پاپوش اور گاہے گاہے بادامی گرگابی ہوتی تھی۔ حضور بالکل راست قامت تھے۔ شکم مبارک ہموار تھا۔ البتہ کشادہ فراخ سینہ مبارک خوب نمایاں تھا۔ حضور کے پاس چلتے اور کھڑے ہوئے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر کسی شخص کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہو تو اس کا قد حضور کے قامت شریف سے بہت ہی قریب ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود رحم مجسم تھا۔ جماعت سے محبت و شفقت اس درجہ فرماتے تھے کہ ہر فرد یہی خیال کرتا تھا کہ جس قدر حضور کو مجھ سے محبت ہے دوسرے سے نہیں۔ حضور کے محبت بھرے

اور تلطف آمیز اخلاق کی تاثیر دل پر ایسی پڑتی تھی کہ دل بے اختیار حضور کی طرف کھچا چلا جاتا تھا۔ گھر میں بودوباش کرنے والے اور باہر کے خدام بے خوف اور نڈر رہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرماتا ہے یا موسٰی لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون (اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے) اللہ کے پیاروں کے پاس رہنا بھی امن میں رہنا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس کا خلق نرم ہوتا ہے اس کے خدام دلیر ہوتے ہیں۔ سب جانتے تھے کہ حضور ہم پر خفا نہ ہوں گے۔ جماعت کا بھی یہی حال تھا۔ جس طرح بچہ اپنی ماں کے پاس بے غم اور نڈر رہتا ہے۔ اسی طرح ہم حضور کی خدمت میں امن سے رہتے تھے۔ باوجود اس بے خوفی کے ایک خوف ہم پر طاری رہتا تھا۔ وہ یہ کہ جماعت میں سے کسی کے متعلق کوئی منذر الہام نہ ہوجائے۔ اگر کبھی ایسا ہوتا۔ حضور تعین نہ فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ جماعت میں سے کسی کے متعلق یہ الہام ہوا ہے۔ اس وقت جماعت کے افراد میں یہ خیال گزر جاتا تھا کہ کہیں یہ میرے متعلق نہ ہو۔ ایک مرتبہ حضور کو جماعت میں سے کسی کی موت کی اطلاع دی گئی۔ جماعت میں ایک شخص بہت بیمار تھے۔ سمجھے کہ میرا ایسا حال ہے ضرور میرے متعلق ہو گا۔ جب ان کو بہت خوف طاری ہوا تو حضور کی خدمت میں کسی کو بھیجا اور پوچھا کہ کیا میرے متعلق ہے۔ حضور نے تسلی دی اور فرمایا ان کے متعلق نہیں اللہ نے انھیں شفا دی۔ اور وہ الہام بہت جلد ایک دوسرے بھائی پر پورا ہوا۔

میری پہلی بیوی مرحومہ کہتی تھی کہ حضرت صاحب جب گھر سے نماز کے لئے مسجد جانے لگتے تھے تو گھر میں خوردوکلاں اور بچوں تک کی اس آواز کا ایک شور ہو جاتا ہے کہ حضرت جی میرے لئے دعا کرنا۔ حضرت جی میرے لیے دعا کرنا۔ باہر بھی بعض حاجت مند دعا کے لیے عرض کرتے۔ حضور سب کا جواب نہایت تلطف سے دیتے۔ خدام جو بات چاہتے حضرت صاحب سے بے تکلف پوچھتے اپنا دلی ہمدرد سمجھ کر جو چاہتے عرض کر لیتے اوروں کے متعلق تو مجھے کیا خبر کہ پیاروں کا پیارے سے کیا اتحاد تھا۔ اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میں نے پڑھا تھا کہ جس مکان میں کتا۔ تصویر یا جنبی ہو فرشتہ نہیں آتا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ بات تو بشریت کے ساتھ ہے کیا ایسے وقت وحی نہ آتی ہو گی چونکہ یہ حیا کی بات تھی میں نے اس وقت جبکہ اور کوئی نہ تھا عرض کی کہ حضور جبکہ نہانے کی ضرورت ہو اس وقت الہام ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں ہوتا ہے۔ حضور ہم خدام میں سے کسی سے بات کرتے تو آپ کا لفظ استعمال فرماتے۔ تو یا تم کبھی نہ کہتے۔

حضور جب (البیت) میں تشریف رکھتے تو علاوہ جواب سوالات اور تبلیغی تقریروں کے جیسا ڈائریوں میں آتا ہے۔ ہنسی۔ خوشی اور دل بہلانے والی باتیں بھی کیا کرتے حضور اپنی ہنسی کو اتنا ضبط فرماتے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے۔ مگر ہم حضور کی قہقہہ کی آواز کبھی نہ سنتے۔ حضور کسی سوال کا جواب دیتے یا کسی بڑے مسئلہ کے متعلق گفتگو فرماتے تو ایک جذبہ والی آواز سے بولتے گویا کہ حضور کے سینے مبارک میں علوم و معارف کا ایک دریا جوش زن

ہے۔ جس کے اظہار کے لئے زبان بھی اپنا زور دے رہی ہے۔ تقریر کیا ہوتی تھی۔ دلوں کو فتح کرتی تھی۔ عام وعظ اور لیکچر کے وقت حضور کی تقریر اول سے آخر تک یکساں رفتار کے ساتھ ہوتی تھی۔ حضور تقریر کے کس حصہ کو زور دار کرتے۔ حضور کی تو بلحاظ مضمون ساری تقریر زور دار تھی۔ مگر بظاہر وہ آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر یکساں آواز سے ہوتی۔ ٹھہرنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ حضور اثناء تقریر میں توقف فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ یہ ہے کہ ایک طمانیت اور تسلی کے ساتھ ہوتی تھی۔ ایسی تقریر جس کا مفہوم بہت اعلیٰ اور نرم ملائم لہجہ میں ہو دوامی اثر دیتی اور دلوں میں بیٹھتی جاتی ہے اور ایسی تقریر جو حقیقتاً اعلیٰ نہ ہو اگر زور دار الفاظ اور جوش کے ساتھ ہو وقتی اثر ڈالتی ہے۔ اور حقیقت نہ ہونے کی وجہ سے وہ تاثیر جلد زائل ہو جاتی ہے۔ حضور کا تقریر فرمانا ایسا تھا کہ جیسا ایک گہرا لبالب بھرا ہوا دریائے عظیم کناروں کو نقصان پہنچائے بغیر دونوں طرف خشک لب زمینوں کو سیراب کرتا ہوا نہایت اطمینان کے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ دوران وعظ میں بہت لوگوں کے دلی سوالات حل ہوتے جاتے تھے۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ حضور مجلس خدام میں تشریف رکھتے ہوئے ہنسانے والی باتیں بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ یہاں قادیان سے باہر ایک نابینا جھونپڑے میں رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک مٹکا رکھا ہوا تھا۔ جب انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ ہوتی تو اس کے مٹکے میں ایک روڑا ڈال دیتا اسی طرح روزانہ ڈالتا تھا۔ گاؤں میں جس کو مقدمہ کے لئے تاریخ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس کے پاس جاتا۔ تاریخ پوچھتا۔ وہ مٹکے سے روڑے نکال کر گن کر بتلا دیتا کہ آج اتنی تاریخ ہے۔ ایک دن لڑکوں نے اس سے چھپا کر مٹکے میں مٹھی بھر کر روڑے ڈال دیئے۔ لوگ حسب معمول تاریخ پوچھنے آئے۔ حافظ صاحب نے روڑے نکال کر گننے شروع کیے۔ جب بہت سارے گنے تو کہنے لگے آج تو کوئی بے حساب تاریخ ہے۔ پتہ نہیں لگتا۔ اس بات پر حضور بظاہر خود بھی ہنسے اور ہم کو بھی ہنسایا لیکن در حقیقت ابتدائی حالت کا ذکر کر کے بشارت الٰہی کے مطابق قادیان کی ترقی کا خوش ہو کر شکریہ ادا کیا۔"

(صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۹)

پھر فرماتے ہیں:۔

"مہمان آتے اور رہتے حضور بہت ہی خوش ہوتے جہاں تک ممکن ہوتا ان کو ٹھہرائے رکھتے اور جانے نہ دیتے جب رخصت ہوتے حضور افسردہ خاطر ہوتے۔ حضور فرماتے ہیں۔

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْلَمُوْا فِيْكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے) بندہ کو اپنے اللہ سے محبت ہے۔ جب اس کے پیارے محبوب کو اپنے درمیان دیکھتا ہے کیسی خوشی ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کیسی خوشی ہو گی۔ ایسا ہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کے رفقاء کا تھا۔ اس خوشی کا اس خوشی سے اندازہ لگالو جو اب خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی) .... کے دیکھنے سے ہو رہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کلام الٰہی تشریعی وحی یعنی قرآن شریف کے رنگ میں اترتا تھا۔ حضور جب تشریف لے گئے تشریعی وحی ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔ مگر تفسیر شریعت اور بشارات کے رنگ میں جاری رہی۔ یا ساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کو جاؤ) یہی مبارک الفاظ تھے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منجانب اللہ نازل ہوئے تھے۔ حضور کی آواز اتنی بلند نہ تھی۔ وہ الٰہی آواز ہی تھی جو صدہا کوس پر لشکر تک پہنچ گئی امت کے بزرگان دین بھی اس مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ فیض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس قدر زیادہ اس کثرت اور ایسے عظیم الشان نشانات اور بشارات کے ساتھ ہوا کہ حضور کو غیر تشریعی نبوۃ کا درجہ ملا۔ خدا کے فضل سے مکالمہ الٰہی کے فیض سے اب بھی آپ حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی)........ کی خدمت میں فیض یاب ہو رہے ہو اور خدا کا شکر ادا کر رہے ہو۔ غور کرو کہ یہ خوشی کتنی بڑی خوشی ہے کہ ہم میں وہ شخص موجود ہے جس سے اللہ تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔

مجھے وہ تعجب اور حیرانگی سے ملی ہوئی خوشی بھولی نہیں جو کہ پہلے پہل مجھ کو اس وقت ہوئی تھی جبکہ میں نے ۱۶۔۱۷ برس کی عمر میں اپنے باپ سے یہ سنا کہ قادیان میں ایک ایسا شخص ہے جس سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ وہ پیارا زمانہ یاد آتا ہے تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔"

(صفحہ ۳۶۰۔۳۶۱)

حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہماری زندگی ایسے سکھ ۔ آرام ۔ یاد خدا۔ دعاؤں۔ نمازوں۔ اور ایسے کاموں میں جو حضور فرمادیتے تھے گزرتی تھی جس کی خوشی بیان میں نہیں آسکتی ہم لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کے مصداق تھے۔ جیسے بچے اپنی ماں کی گود میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ ہم کو آنکھ اٹھا کر میلی نظر سے دیکھے یہ سب اس محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم* کے بروز کی برکت تھی جو ہماری جنت بن گئی تھی۔

خدا کے فضل سے حضور کے گرامی اوقات اس خدمت میں گزرتے تھے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث فرمایا تھا۔ حضور وہ کام کر رہے تھے جو ساری دنیا میں کسی فرد بشر کا کام نہ تھا۔ حضور تحریر۔ تقریر۔ تصنیف اور عملی نمونوں کے ساتھ ان تمام ذرائع ۔ اسباب ۔ وسائل۔ تدابیر۔ سبل کی بنیادیں رکھ رہے تھے جن کی خصوصیت مسیح موعود کے ساتھ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں اور جو اس

آخری زمانہ میں ترقی (دین حق) کے لئے ضروری تھیں۔ اور خدا کے فضل سے جس پر کار بند ہو کر (دین حق) کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مقام تک پہنچنا ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دی ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (وہ اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو سب دینوں پر اللہ کے فضل سے حضور نے یہ سب بنیادیں رکھ دیں اور حضور کا ہی یہ کام تھا۔

(صفحہ ۳۶۱ - ۳۶۲)

حضرت صاحبزادہ صاحب ' حضرت اقدس کی نماز باجماعت کے بارہ میں فرماتے ہیں

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز باجماعت کے لئے بہت کوشاں دیکھا۔ سوائے ایسے وقت کے کہ حضور کو بیماری کا زور ہوتا۔ باقی سب نمازیں مسجد میں تشریف لا کر باجماعت پڑھتے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکتا ایسی حالت میں بھی کوشش فرماتے کہ مسجد میں تشریف لائیں۔ گرمیوں میں مسجد مبارک کی چھت پر نماز ہوتی۔ حضور زینہ پر چڑھ کر تشریف لاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بعض وقت جب میں ایک زینہ پر پیر رکھتا کہ پائے مبارک ورم کر جاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول مبارک تھا کہ نماز کے لئے مسجد مبارک میں اول وقت تشریف لے آتے مجھے یاد ہے کہ جب ہم نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلتے تو صبح صادق پھیلی ہوئی اور آسمان پر تارے بھی چمکتے ہوتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ...... امام نماز تھے۔ آپ بھی اذان سنتے ہی مسجد مبارک میں تشریف لے آتے۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب .....مئوذن تھے۔ آنکھوں سے نابینا تھے۔ فرمایا کرتے تھے میں پو پھٹنے کا اندازہ بعض پرندوں کی آوازوں۔ ہل چلانے والوں کے گزرنے۔ صبح کی ہوا۔ اور بعض دیگر ذرائع سے لگا لیا کرتا ہوں جس دن حافظ صاحب کو اذان دینے میں دیر لگ جاتی اور صبح صادق ہو جاتی۔ تو حضرت اقدس حافظ صاحب کو اذان دینے کے لئے ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔

اگر کبھی مقررہ امام کے آنے میں دیر لگ جائے تو مقتدی جلدی سے دوسرے کو امام نہ بنالیں۔ بلکہ انتظار کریں یا کسی کو بھیج کر امام کو بلائیں۔ امام کو نماز کے لئے بلانا مسنون ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بعد حضرت خلیفہ اول .... پیش امام تھے کبھی آپ کو آنے میں دیر لگ جاتی اور حضرت اقدس مسجد میں تشریف لے آتے تو بیٹھ کر انتظار فرماتے اور بلانے کے لئے ارشاد فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لے آتے اور نماز پڑھاتے"

(صفحہ ۴۴۷-۴۴۸)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام امامت نماز نہیں فرماتے تھے جو کہ مسیح موعود علیہ السلام کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بہت ہی ابتدائی زمانے میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت اقدس کے پیچھے

مجھے نماز پڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ پہلی رکعت میں والشمس یا والیل اور دوسری میں والضحٰی یا الم نشرح پڑھی۔ مگر کیا عرض کروں حضور نے ایسی تضرعانہ قرات پڑھی جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خشیتہ اللہ اور محبت الٰہی کی طلب سینہ مبارک میں جوش زن ہے۔ میرا دل پانی پانی ہوا جاتا تھا اور بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف کھچا جاتا تھا۔ میں تو ایسا نہ تھا یقیناً یہ حضور کا وہ تعلق باللہ کا نورانی جوش تھا جو میرے دل پر ایسا اثر کرتا تھا۔"

(صفحہ ۴۴۶۔ ۴۴۷)

نیز فرماتے ہیں

"حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ کیا حضور کو کبھی ریاء آتی ہے حضور نے فرمایا کہ کوئی شخص اس جگہ نماز پڑھے جہاں چاروں طرف مویشی ہوں تو کیا وہ ان کے دکھانے کے لئے ریا کرتا ہے۔ اسی طرح مخلوق کا حال نظروں میں ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارا کچھ سنوار یا بگاڑ نہیں سکتے"

(صفحہ ۴۰۹)

حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کے حسن اخلاق کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام فرماتا ہے یا آدمُ اسْکُنْ اَنْتَ و زَوْجُکَ الْجَنَّۃ: اب ہم دیکھتے ہیں کہ

حضرت صاحب کے پاس دنیاداروں کی طرح عیش و عشرت کے سامان نہیں۔ جو کچھ ہے وہ دین کی خدمت اور دین کے کاموں کے لئے ہے۔ دین کے لئے دن رات محنت اٹھاتے ہیں۔ مخالفین سے تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ دشمن مقدمات دائر کر دیتے ہیں۔ پیشیوں میں سفر کی صعوبت اٹھاتے ہیں۔ عوام کی گمراہیوں کو دیکھ کر کڑھتے ہیں۔ بے ادبوں کی بے ادبیوں پر صبر کر کے اعلیٰ اخلاق دکھلاتے ۔ گالیاں سن کر دعا دیتے۔ غصہ نہیں ہوتے رحم کرتے ہیں تصنیف اور تبلیغ میں خواہ اپنی ضروریات روکنی پڑیں بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔ بیمار رہتے ہیں اپنا آرام نہیں دیکھتے دوسروں کو سکھ دیتے ہیں۔ اپنے کھانے پینے لباس وغیرہ کا خیال نہیں فرماتے بلکہ اپنا سارا وقت دین کی خدمت گذاری میں خرچ کرتے ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"کہ میں جنت میں ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے جنت وہ باغ ہے جو دل کے اندر کی فضا میں پھولا اور پھلا ہے اور بہشتی چشمے دل کے میدان میں جوش مارتے ہیں اور جاری ہیں اور اس کو شاداب کر کے خلق خدا کو سیراب کرنے کے لئے باہر بہہ پڑے ہیں اور مخلوق کو مستفیض کرتے ہیں۔" (۳۵،۳۶)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک وقت لدھیانہ میں قیام پذیر تھے ایک دن بندہ در دولت پر حاضر ہوا۔ حضور بیٹھک میں تشریف فرما تھے اور چند معززین بھی بیٹھے تھے۔ حضور ان سے باتیں کر رہے تھے غلام بھی بیٹھ گیا۔ اتنے میں زنانہ مکان میں سے حضور کی سب سے بڑی صاحبزادی جن کی عمر اس وقت شاید چار سال ہو گی تشریف لائیں اور آتے ہی حضور پر سوار ہونے لگیں۔ کبھی پشت کی طرف سے سوار ہوتیں تو حضور آگے کو جھک جاتے جب وہ دائیں طرف سے سوار ہوتیں تو حضور بائیں طرف جھک جاتے اور جب وہ بائیں طرف سے اوپر ہوتیں تو حضور دائیں طرف جھکتے اور اسی حالت میں ان معززین سے باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ میں حضور کی اس پدرانہ شفقت اور طمانیت کو تعجب کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ دیر تک اسی طرح کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ خود اپنی مرضی سے واپس گھر میں تشریف لے گئیں۔ حضور نے نہ ان کو روکا اور نہ یہ کہا کہ جاؤ گھر میں۔ سبحان اللہ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ سنت تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے جماعت کی نماز کا سجدہ اتنا لمبا کر دیا کہ وہ خود اپنی مرضی اور خوشی سے پشت مبارک سے اتر آئے اس وقت حضور نے سر مبارک سجدہ سے اٹھایا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و علی المسیح الموعود و آلہ و بارك وسلم۔

(صفحہ ۳۷۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خادم پیراں دتا نام تھے رحمتہ اللہ علیہ ہم سب ان کو اسی نام سے پکارتے تھے مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب بلاتے تو پیری دتا فرماتے یعنی میرے پیر اللہ کا دیا ہوا۔ یہ وہ توحید ہے جو حضور کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناءَ الفارس۔ اے ابنائے فارس توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو"۔

(صفحہ ۲۲۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ درود شریف کی کثرت سے قلب میں نور اور صفائی آتی ہے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ابتداء شب میں کچھ کھانے پینے کا خمار ہوتا ہے لیکن بیچ میں جاگ کر جو پھر سوتا ہے وہ وقت قلب کی صفائی کا ہوتا ہے اس وقت اس پر انوار نازل ہوتے ہیں"۔

(انعامات خداوند کریم ۲۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و تعظیم کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی قلبی کیفیت کا ذکر یوں فرمایا:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تعظیم اور ادب کا یہ

عالم تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حضور چارپائی پر تشریف فرما تھے اور کچھ تحریر فرما رہے تھے اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی عبارت میں لکھا مگر اس مقام پر وہ چاہئیے نہ تھا۔ حضور نے اس کے گرد اس طرح (محمد) حلقہ بنا کر خط کھینچ دئے اصل نام پر قلم نہ پھیرا" (صفحہ ۲۲۹)

مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان کا ایک تفریحی پروگرام

قیادت ذہانت و صحت جسمانی کے تحت اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ کے لئے ایک پکنک کا اہتمام کیا گیا۔ یہ پکنک مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بارہ دری متصل احمد نگر میں منائی گئی۔ اس پکنک میں صدر صاحب مجلس انصار اللہ کے علاوہ مکرم محترم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر مقامی صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب بھی رونق افروز ہوئے۔ اراکین عاملہ چھ بجے شام مذکورہ مقام پر پہنچنا شروع ہوئے۔ سب سے پہلے اراکین نے ماحول میں واقع مہمان خانہ دیکھا اور مہمان خانہ کے ساتھ واقع SWIMMING POOL کے ساتھ ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا۔ مہمان خصوصی کی آمد پر جملہ اراکین نے نماز مغرب ادا کی۔ اس کے بعد احباب T.V پر دکھائے جانے والے پروگرام سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہ پروگرام کھیلوں کے علاوہ WILD LIFE سے متعلق تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو اور مزاح کا سلسلہ بھی چلتا رہا اب موسم میں بھی ایک تبدیلی آگئی تھی آندھی اور بادل کے ساتھ ساتھ بونداباندی کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔ یوں لگتا تھا کہ موسم بھی ہمیں خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ اس دوران ماکولات و مشروبات سے احباب کی تواضع کی گئی۔ موسم کے خوشگوار ہو جانیکی وجہ سے پکنک بہت پر لطف ہو گئی۔ ۹ بجے نماز عشاء ادا کی گئی اس خوشگوار ماحول میں مکرم محترم ملک منور احمد جاوید صاحب قائد اشاعت نے نہایت خوش الحانی سے جماعت کے بزرگان کی دو نظموں کو پیش کیا۔ جسے جملہ حاضرین نے بے حد سراہا۔ تقریباً ۹/۳۰ بجے صاحبزادہ مرزا مسرور احمد ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کی اختتامی دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پکنک کو کامیاب بنانے میں پانچ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ مکرم سید قاسم احمد شاہ صاحب نے اراکین کمیٹی کے تعاون سے نہایت عمدہ انتظام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا خیر عطا فرمائے (آمین)

(عبدالجلیل صادق قائد ذہانت و صحت جسمانی)

ضروری تصحیح: شمارہ مئی صفحہ ۶ عربی منظوم کلام کے پہلے مصرعہ میں لفظ "بِمَشْرِفِيَّةِ" ہے۔ مصرعہ یوں پڑھا جائے "اَبْرِیُ الْهُمُوْمَ بِمَشْرِفِيَّةِ فَضْلِهٖ" احباب درست فرمالیں

(ادارہ)

احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں

مرسلہ: قیادت تربیت

قرآن حکیم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اسکا ایک ایک لفظ فلاح و بہبود کا سرچشمہ ہے۔ جس سے فیض پانے والا دنیا میں بھی عزت پاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور بھی مقام رفعت سے نوازا جاتا ہے قرآن کریم میں انسان کی تمدنی ' اخلاقی اور روحانی ترقی کے متعلق ایک جامع اور مکمل تعلیم دی گئی ہے اور تمام ایسے احکام بیان ہوئے ہیں جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ انہی احکام میں سے ایک اہم رکن پردہ ہے جو ایک صاحب ایمان عورت کی زینت و زیور ہے' حجاب و حیا عورت کا حسن ہے اور پردہ اس کا نگران۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے پردہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ۔ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

(سورہ احزاب آیت ۶۰)

اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی بیویوں سے کہہ دے کہ جب وہ باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادروں کو سروں پر سے کھینچ کر اپنے سینوں تک لے آیا کریں تا آنکہ وہ پہچانی جائیں تا کہ وہ ہر قسم کی ایذا سے محفوظ رہیں اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی پردہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بند رکھی جاوے قرآن شریف کا مطلب ہے کہ عورتیں ستر کریں وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کے لئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بے شک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۹۷ - ۲۹۸)

جب ہم پردہ کی تفصیلات کا جائزہ لیتے ہیں تو پردہ کی کئی شکلیں سامنے آتی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پردہ کی مختلف شکلیں بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "اسلام مختلف سوسائیٹیوں اور ان کی ترقی کی مختلف حالتوں کے پیش نظر اور پھر انسانی ضروریات اور کسی سوسائٹی کے عمومی حالات اور کردار کے پیش نظر مختلف قسم کے پردوں کی توقع رکھتا

ہے یہ ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جو پردے کی ہر انسانی ضرورت کو مد نظر رکھتا ہے اور کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں ہے جو دنیا کی کسی قوم پر وارد ہوا ہو اور اس کا جواب قرآن کریم اور سنت نبوی میں نہ ملتا ہو۔ مثلاً ہمارے دیہات میں چادر کا پردہ رائج ہے۔ اس میں گھونگھٹ ہے اور جہاں تک ممکن ہو دائیں بائیں سے چادر کو لپیٹ کر چہرے کو ڈھانپا جاتا ہے اس قسم کے پردے میں شرم و حیا سے چلنے والی عورتیں ہیں جو خاوندوں کو روٹی پہنچانے کے لئے کھیتوں میں جاتی ہیں۔ پانی بھرنے باہر نکلتی ہیں اسلام کے نزدیک یہ استثناء نہیں ہے بلکہ اسلامی پردے کے بنیادی تخیل کا حصہ ہے اور قرآن کریم اس کے متعلق وضاحت سے بیان کرتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مضمون خوب کھول کر بیان فرمایا اور حضرت اقدس مسیح موعود نے بھی بیان فرمایا کہ ایک پردہ یہ ہے کہ اپنے چہرے کو دائیں بائیں سے ٹھوڑی تک پوری طرح ڈھانک لیا جائے کوئی ایسا سنگھار نہ کیا جائے جس کے نتیجے میں خواہ مخواہ بد لوگوں کی نظروں میں انگیخت پیدا ہو۔ جو عورتیں ان سوسائٹیوں میں وقار اور تحمل کے ساتھ بغیر سنگھار کے انسانی ضروریات کی خاطر باہر نکلتی ہیں وہ اسلامی پردہ کر رہی ہیں وہ پردہ کے قانون کے اندر داخل ہیں۔ استثناء تو وہ ہوتا ہے جو قانون کے خلاف ہو چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس تشریح کے ساتھ بیان فرمایا کہ یہ وہ پردہ ہے جو اہل یورپ کے لئے بھی بار نہیں۔ اور ان پر شاق نہیں گزر سکتا کیونکہ ان کی سوسائٹی میں عورت نے اقتصادیات میں بہت زیادہ آگے قدم بڑھالیا ہے اور وہ اقتصادیات کا ایک حصہ بن چکی ہے اس لئے اس کو باہر نکلنا پڑتا ہے اگر وہاں کی عورت اس قسم کا پردہ کرے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ وہ اپنے ماحول میں عین اسلامی پردہ کر رہی ہے۔

اس کے بعد ایک اور پردہ ہے اور وہ چہرے کا پردہ ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وضاحتوں کی روشنی میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول (......) نے اس مضمون پر قلم اٹھایا تو بڑی وضاحت کے ساتھ بغیر کسی استثناء کے یہ بات بیان فرمائی کہ چہرے کا پردہ بھی اسلامی پردہ ہے اور اس کی بنیادوں میں داخل ہے۔ مگر یہ پردہ کس سوسائٹی کے لئے ہے؟ اس کی وضاحت کے لئے جب آپ حضرت مصلح موعود (......) کی تفاسیر پڑھتی ہیں اور اس موضوع پر جو کچھ آپ نے بیان فرمایا اس پر غور کرتی ہیں تو آپ کے سامنے یہ بات کھل کر آجائیگی کہ سوسائٹی کا وہ حصہ جو متمول ہے اور عام اصطلاح میں ADVANCED یعنی ترقی یافتہ کہلاتا ہے ان کو ہر قسم کی

سہولتیں حاصل ہیں گھروں میں کام کرنے والے اور خدمت گار ہیں۔ ہر قسم کے آرام اور آسائش کے سامان اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ بنگلے ہیں، کوٹھیاں ہیں اور بظاہر زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ تسکین قلب کے لئے اپنے پیسے خرچ کرنے کی راہیں ڈھونڈیں یعنی یہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم زندہ کس طرح رہیں بلکہ یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیسہ ہمیں عطا فرمایا ہے ہم اس کو کس طرح خرچ کریں تا کہ لذت یابی کے اور زیادہ سامان مہیا ہوں یہ وہ سوسائٹی ہے جس کے لئے حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپیں اور سنگھار وغیرہ کر کے باہر نہ نکلیں اگر وہ بے مقصد اور بے ضرورت باہر نکلیں گی تو اس سے سوسائٹی کو شدید نقصان پہنچے گا اور آج کل جب کہ ہر طرف گندگی پھیل رہی ہے اور گھروں کا امن اٹھ رہا ہے زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عورتیں پورا پردہ کریں۔..............

اس کے برعکس بعض ایسی سوسائٹیاں ہیں جہاں بے حیائی عام ہے اور جہاں ننگ کا تصور ہی مختلف ہے ننگے بازو ننگے چہرے بلکہ بدن کے ایسے اعضا ننگے کر کے پھرتی ہیں کہ انسان کی نظر پڑ جائے تو حیران ہوتا ہے کہ عورت یہاں تک پہنچ گئی ہے ایسے ماحول میں جب عورتیں احمدیت میں داخل ہونے کے بعد اسلامی قدروں کو اختیار کرتی ہیں تو گو وہ اپنے چہرے کو نہ بھی ڈھانپ رہی ہوں پھر بھی وہ چادر کے ساتھ ایسا پردہ کرتی ہیں کہ انکی شرافت اور نجابت ساری سوسائٹی کو نظر آرہی ہوتی ہے اس سوسائٹی میں وہ بعینہ اسلامی پردہ ہے وہ استثناء نہیں ہے۔..............

پھر ایک اور پردہ ہے جو اہل بیت کا پردہ ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل بیت کا خدا اور تھا اور عام عورتوں کا خدا اور ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ خدا جانتا ہے کہ بعض خاندانوں پر زائد ذمہ داریاں عائد ہوا کرتی ہیں اگر وہ گناہ کی طرف ایک قدم اٹھائیں گی تو دوسری عورتیں بھی ان کی وجہ سے دس قدم اٹھائیں گی اور اگر وہ نیکی کی طرف ایک قدم اٹھائیں گی تو دوسری عورتیں بھی ان کی اتباع میں قدم نیکی کی طرف اٹھائیں گی اسی بنیادی فلسفے کو پیش نظر رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے جو خالق کائنات ہے اور جس نے انسانی فطرت کو پیدا کیا۔ اہل بیت کے لئے خاص پردے کا حکم دیا اور یہ حکم ناانصافی پر مبنی نہیں تھا بلکہ فطرت اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق تھا کہ جہاں تک ہو سکے تم گھروں کے اندر ٹھہری رہو اور بے ضرورت باہر نہ نکلو اور اگر نکلنا پڑے تو

باقی صفحہ پر

قرآن کریم اور سائنس

تحریر:۔ محمود احمد اشرف۔ استاذ الجامعہ

قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جو ایک مکمل ضابطہ حیات کے ساتھ ساتھ سائنسی حقائق کو بھی بیان کرتی ہے۔ یہ اس خدا کا کلام ہے جو خالقِ کائنات ہے۔ کائنات کے تمام مظاہر اور ان میں جاری قوانین خدا تعالیٰ کے ہی قائم کردہ ہیں۔ یہ جس سرچشمہ سے نکلا ہے وہ تمام علوم کا منبع ہے اس لیے کلام الٰہی میں ان علوم کی آمیزش ایک طبعی بات ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم میں مذکور سائنسی علوم کی غرض و غایت کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

> "پھر علاوہ اس کے قرآن شریف نے تائید دین میں اور' اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت و فصاحت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذھن نشین کرنا یا اس کا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اسپر کوئی برہان قائم کرنا یا اس سے کسی نادان کا اعتراض اٹھانا مد نظر رکھا ہے۔ غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمت دین کے لیے بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں جن سے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد نمبر۲ صفحہ ۷۵' حاشیہ)

قرآن و سائنس میں کامل مطابقت ہونی چاہیئے

قرآن کریم خدا تعالیٰ کا قول ہے اور یہ مادی کائنات اسی خدا کا فعل ہے۔ پس ضروری ہے کہ دونوں میں کامل ہم آہنگی اور مطابقت پائی جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> "پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں مطابق ہونے چاہیں"

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد نمبر۲۰ صفحہ ۳۴۶۔)

سائنس قرآن کریم کی تشریح کرتی ہے

قرآن کریم اور سائنس کے مضمون کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ سائنس قرآن کریم کی تشریح کرتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"قرآن شریف ایک ایسی پر حکمت کتاب ہے جس نے طب روحانی کے قواعد کلیہ کو یعنی دین کے اصول کو جو در اصل طب روحانی ہے طب جسمانی کے قواعد کلیہ کے ساتھ تطبیق دی ہے۔ اور یہ تطبیق ایک ایسی لطیف ہے جو صدہا معارف اور حقائق کے کھلنے کا دروازہ ہے۔ اور سچی اور کامل تفسیر قرآن شریف کی وہی شخص کر سکتا ہے جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ پیش نظر رکھ کر قرآن شریف کے بیان کردہ قواعد میں نظر ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قران ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔ اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ صفحہ نمبر ۱۰۲، ۱۰۳)

قرآن کریم کا ایک عظیم الشان اعجاز

قرآن کریم اور سائنس کے مضمون کا ایک پہلو ایسا ہے جو قرآن کریم کی صداقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت ہے اور بالخصوص موجودہ دور میں قرآن کی صداقت اور عظمت کو ثابت کرنے کے لیے بڑا اہم ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے بہت سے ایسے سائنسی حقائق بیان فرمائے جن کو سائنس نے آج سینکڑوں سال بعد دریافت کیا ہے۔ اور یہ حقیقت اس امر کا یقینی ثبوت ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا۔ ان تمام حقائق کا احاطہ کرنا اور اس کی تفصیل بیان کرنا تو ممکن نہیں ہے لیکن محض تعارف کے طور پر چند ایک کا ذکر مناسب ہو گا۔ اول یہ حقیقت کہ کائنات ازلی ابدی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک خود سائنس کی دنیا میں یہ نظریہ موجود تھا کہ کائنات ہمیشہ سے موجود ہے مگر اب سائنسدان قریباً متفق ہیں کہ یہ کائنات پیدا ہوئی ہے۔ قرآن

کریم بار بار تخلیق کائنات اور اس کے کئی مراحل کا واضع طور پر ذکر فرماتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم یقینی طور پر زندگی کے ارتقا اور اس کے مراحل کو بیان فرماتا ہے جو کہ آج ایک سائنسی حقیقت ہے اور یہ تصور باطل ہے کہ آدم کو خدا نے کسی آسمانی جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا تھا۔ زندگی کی بنیاد پانی ہے۔ اس سائنسی حقیقت کو بھی قرآن کریم نے واضع طور پر بیان فرمایا ہے۔ زمین کا کرہ ہوائی چھت کی طرح زمین اور اس کے ماحول کی حفاظت کرتا ہے یہ سائنسی حقیقت بھی قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے بیان فرما دی تھی۔ کائنات کی ایک آفاقی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مسلسل حرکت میں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم زمین، سورج، چاند، ستاروں غرضیکہ تمام اجرام فلکی کی حرکت کو بیان کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ سائنسی حقائق ہیں جو آج کے جدید سائنسی دور میں پائیہ ثبوت کو پہنچے ہیں۔ کائنات حرکت کے ساتھ ساتھ مسلسل پھیل رہی ہے یہ وہ حقیقت ہے جسے حیرت انگیز طور پر قرآن کریم نے اس وقت بیان کیا جب اس کا کوئی تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ پس یہ وہ چند مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے قول یعنی قرآن کریم میں کائنات یعنی خدا تعالیٰ کے فعل کے کئی عمیق سائنسی اسرار و رموز آج سے چودہ سو سال پہلے بیان کر دیے گئے تھے۔

خدمت قرآن کا ایک میدان

قرآن کریم کا یہ مذکورہ بالا اعجاز بالخصوص موجودہ ر میں قرآن کریم کی صداقت، عظمت اور برتری کو ثابت کرنے کا ایک بہت بڑا اور اہم ذریعہ ہے۔ اس لحاظ سے مختلف علوم کے احمدی ماہرین کے لیے خدمت کا یہ ایک بڑا میدان ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اپنے علم کے میدان میں ترقی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے پیش کردہ علوم کو بھی حاصل کیا جائے اور پھر ان سائنسی علوم کی قرآنی علوم کے ساتھ مطابقت کو تلاش کر کے انھیں قرآن کریم کے تابع کیا جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

> "پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمتہ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑی جدوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم میں ہی یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۳)

قرآن کریم اور سائنس میں مطابقت تلاش کرنے کے چند اصول

قرآن کریم اور سائنس میں مطابقت تلاش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اول قرآن کریم کی پیش کردہ حقیقت کو ہم صحیح طور پر سمجھ رہے ہوں اور دوسرے متعلقہ سائنسی حقیقت کا ہمیں پورے طور پر علم ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ایک انسان ہمیشہ قرآن کریم اور اپنے دور کے سائنسی علوم میں مطابقت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ممکن ہے کہ ہمارا فہم قرآن درست نہ ہو یا سائنس غلطی پر ہو۔ مثلاً گلیلیو (GLAILIO) کے زمانے سے پہلے تک کا سائنسی علم زمین کو ساکن قرار دیتا تھا۔ اب اگر اس دور کا کوئی انسان اس نظریہ کی قرآن کریم سے مطابقت تلاش کرنا چاہتا تو ظاہر ہے کہ بجائے مطابقت کے اسے ایک واضح تضاد نظر آتا۔ اس دور کا تمام سائنسی علم زمین کو ساکن قرار دے رہا تھا مگر قرآن کریم قطعی طور پر زمین کی حرکت کا ذکر فرما رہا تھا۔ پھر سورج کو ساکن سمجھا گیا تب بھی قرآن دو ٹوک اعلان کر رہا تھا کہ سورج حرکت کر رہا ہے۔ پس چونکہ سائنس کا علمی سفر ایک جاری سفر ہے اس لئے سائنسی صداقتیں ہمیشہ حرف آخر نہیں ہوا کرتیں لیکن قرآن کریم ابدی صداقتوں سے بھرا پڑا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن و سائنس کی مطابقت کی تلاش کے لیے قرآن کی بیان کردہ حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنا از حد ضروری ہے۔ اس نازک مقام سے بحفاظت گزرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کریم کی وہی تفسیر قبول کی جائے جو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے کلام سے ثابت ہو۔ ذوقی امور خطرے سے خالی نہیں ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ جیسے بلند پایہ عالم اور بزرگ ان آیات قرآنیہ کی رو سے جن میں زمین کو فرش کے طور پر بچھائے جانے کا ذکر ہے یہ سمجھتے تھے کہ زمین چپٹی ہے گول ہرگز نہیں ہے۔ انھوں نے اس سائنسی حقیقت سے اختلاف فرمایا کہ زمین گول ہے۔ اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا مقصود تو صرف اتنا ہے کہ اکائی رقبہ کے لحاظ سے زمین بطور فرش کے ہے جو کہ عملاً گول نہیں ہے۔ ہاں البتہ مجموعی ہیئت کے لحاظ سے زمین ضرور گول ہے جسکی طرف قرآن کریم نے الگ اشارہ فرمایا ہے۔ پس اس سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ قرآن و سائنس میں مطابقت کو تلاش کرنا بلاشبہ ایک نازک کام ہے۔

پس قرآن کریم ایک حیرت انگیز کلام ہے۔ اور اگرچہ یہ ایک مذہبی کتاب ہے مگر یہ بے شمار دیگر علوم کے متعلق گہرے اسرار سے بھرا پڑا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ان علوم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم اور سائنس میں موجود طبعی ہم آہنگی اور مطابقت کو تلاش کر کے دنیا کو دکھائیں تاکہ قرآن کریم کی صداقت ثابت ہو۔

بسلسلہ مسیح ہندوستان میں

سیاح نبی

حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف بلاد و امصار کے سفر

تحقیق و تحریر: مظفر چوہدری

(قسط ۵)

ماہنامہ انصار اللہ کے گذشتہ شماروں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف علاقوں میں جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی تسلسل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مذکورہ علاقوں میں سفروں کی مزید شہادتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ ان حوالہ جات کے اندراج سے مقصود صرف اسلامی لٹریچر میں حضرت مسیحؑ کے مختلف علاقوں میں جانے کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ حوالہ جات میں دیگر جزئیات سے اتفاق ضروری نہیں۔ گذشتہ ایک قسط میں ہم نے ابن جبیر سیاح کے حوالے سے دمشق میں جبل قاسیون کے ایک غار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عبادت کرنے کا ذکر کیا تھا۔ اسی غار کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت یوں ہے:

"عن مکحول عن ابن عباس انه قال موضع الدم فی جبل قاسیون موضع شریف اقام فیه یحیی بن ذکریا و امه اربعین عاما و صلی فیه عیسیٰ بن مریم والحواریون من اراد ان یری واویناهما الٰی ربوة ذات قرار و معین فلیات السرب الاعلیٰ بین النهرین ولیصعد الی غار جبل قاسیون فیصلی فیه فانه بیت عیسیٰ و هو کان معقلهم من الیهود"

(تہذیب تاریخ دمشق الکبیر جلد اول)

ترجمہ: مکحول (حضرت) ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جبل قاسیون میں موضع الدم وہ مقام شریف ہے جہاں حضرت یحیٰؑ اور آپ کی والدہ چالیس سال تک مقیم رہے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں نے عبادت کی جو چاہتا ہو کہ وہ "واوینهما الٰی ربوة ذات قرار و معین" کا مشاہدہ کرے اسے چاہئے کہ وہ دو نہروں کے درمیان سرب الاعلیٰ جائے اور جبل قاسیون کی غار کی طرف چڑھے کیونکہ یہ (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کا گھر ہے اور یہودیوں سے ان لوگوں کی پناہ کا مقام ہے

اسی کتاب میں یہ روایت یوں بھی درج ہے

قال ابن عباس ؓ من ارادان یری الموضع الذی قال اللّٰہ فیه و اوینا هما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین فلیات النیرب الاعلیٰ بدمشق بین النهرین ولیصعد الیٰ الغار الذی فی جبل قاسیون فیصلی فیه فانه بیت عیسیٰ وامه وقد کان معقلهم من الیهود و من اراد ان ینظر الی المقبرة التی فیها مریم بنت عمران و الحواریون فلیات مقبرة الفرادیس

(صفحہ ۲۶۴ تہذیب تاریخ الدمشق جلد اول)

ترجمہ: ابن عباس ؓ نے کہا کہ جو چاہئے کہ وہ مقام دیکھے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واوینا هما الی ربوۃ ذات قرار و معین" اسے چاہئے کہ دمشق میں نیرب الاعلیٰ جائے جو دو نہروں کے درمیان ہے اور اس غار کی طرف چڑھے جو جبل قاسیون میں ہے اور اس میں عبادت کرے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کا گھر ہے اور یہود سے جائے پناہ ہے۔ اور جو چاہئے کہ اس مقبرے کو دیکھے جس میں (حضرت) مریم بنت عمران اور حواری مدفون ہیں وہ مقبرۃ الفرادیس جائے۔

حضرت مسیح دمشق میں

البدایہ والنھایہ کے حوالے سے مسیح علیہ السلام اور پولوس کی دمشق میں ملاقات کا حال بیان ہو چکا ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں یہ روایت یوں درج ہے۔ وہ "حنینا" نامی شخص کے حالات میں لکھتے ہیں: (حنینا) احد اصدقاء المسیح فاء فی الا ثار انه کان بدمشق قال وهب بن منبه کان بولس من روساء الیهود واشدهم باساً واعظمهم شانا فی انکار ما جاء به المسیح علیه السلام و دفعه و دفع الناس عنه فجمع العساکر و سار الی المسیح لیقتله ویمنعه عن دخول دمشق فلقیه بکوکبا فضربه ملك بجناحه فاعماء ورای من دلائل امره والاحوال التی لم یصل معها الیٰ ما اراد من مکروهه ما اضطره الی الایمان به وا لتصدیق بما جاء به فاتی المسیح علی ذلك وساله ان یفتح عینیه فقال له المسیح کم تسعی فی اذای واذی من هو معی و تفعل و تصنع امض حتی تدخل دمشق و خذ فی السوق الطویل المحدود فی وسطها حتی تصیر فی آخره و تصیر الی حنینا و کان حنینا قد اختفی منه فزعا فی معارة نحو الباب الشرقی حتی یفتح عینیك فاماه عندالکنیسة المصلبة وهی الکنیسة المنسوبة الیه الیوم و کان بولس قد اخذ ابن اخیه و کان قد اٰمن بالمسیح فحلق وسط راسه و نادی علیه و رجمه حتی مات فمن ثم اخذ

النصاری حلق وسط رئوسهم للتاسی بذٰلك فیما کان عوقب به وانه کالتواضع لا کا لعیب لمن آمن بالمسیح علیه السلام

(تہذیب تاریخ ابن عساکر جلد ۵ دار المیسرۃ بیروت ۱۹۷۹ء)

ترجمہ "حنینا" مسیح کے دوستوں میں سے ایک۔ آثار میں بیان ہوا ہے کہ وہ دمشق میں تھا۔ وھب بن منبہ نے کہا کہ پولوس یہود کے رؤسا میں سے تھا اور ان میں سخت ترین مخالف اور اس کے بارے میں جو مسیح لے کر آئے تھے انکار کرنے میں اور لوگوں کو آپ سے روکنے میں پیش پیش تھا۔ چنانچہ اس نے لشکر جمع کئے اور مسیح علیہ السلام کی طرف چلا تاکہ آپ کو قتل کرے اور دمشق میں داخل ہونے سے روکے پس کوکب نامی مقام پر اس کا آپ سے آمنا سامنا ہوا...... نئے عہد نامے میں اس شخص کا تذکرہ انانیاس کے نام سے ہوا ہے۔

دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بیانات کا تجزیہ:

دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی روایات بہت کثرت سے ہیں مؤرخین کا وہ طبقہ جس نے ان عیسائی الماخذ روایات کو کہ مسیح نبوت کے بعد دمشق تشریف لائے قبول کرنے میں تامل کیا ہے انہوں نے دمشق آمد کو آپ کے بچپن سے منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ ابن عساکر اور ابن اثیر کے واضح بیانات موجود ہیں کہ آپ حواریوں کے ہمراہ یہاں تشریف لائے اور پولوس کی مخالفت کا سامنا کیا۔ نئے عہد نامے میں واضح طور پر درج ہے کہ پولوس نے دمشق میں مسیح علیہ السلام سے ملاقات کے جس واقعہ کو روحانی رنگ دے کر بیان کیا گیا وہ واقعہ صلیب کے بعد پیش آیا تھا۔ جبل قاسیون کے غار میں حضرت یحییٰ علیہ السلام، ان کی والدہ، حضرت مریم اور عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں کا قیام بچپن اور پیدائش کے قصے کو باطل کر رہا ہے۔ ابن عباس اس غار میں آپ اور آپ کی والدہ کے یہود کی مخالفت کی وجہ سے چھپنے کا ذکر کرتے ہیں اور اسے آپ کا "معقل" قرار دیتے ہیں جبکہ بچپن میں تو بادشاہ کی مخالفت کا سامنا تھا نہ کہ یہودیوں کی، دمشق ان راستوں کا سنگم تھا جو شام سے دنیا بھر کی طرف نکلتے تھے جس مزار کو مزار مریم بنت عمران لکھا گیا ہے وہ مریم شہیدہ کا مزار ہے جس کا تذکرہ اسلامی تواریخ میں ملتا ہے۔

اندلس اور مصر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد

قسط نمبر ۳ میں تحریر کیا گیا تھا کہ معجم البلدان میں اگرچہ حضرت مسیحؑ کے مصر آنے کا ذکر موجود ہے لیکن ان واقعات کو حسب دستور بچپن سے یا آپ کی پیدائش سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ انجیل بھی آپ کے بچپن کے ایام مصر میں بسر ہونے کا ذکر کرتی ہے یہودی ریکارڈ کے مطابق آپ اوائل جوانی میں مصر میں تھے اور اسی وجہ سے وہ آپ پر نعوذ باللہ مصر میں رہ کر جادو وغیرہ سیکھنے کا الزام لگاتے ہیں یہودی لٹریچر میں یہ

بھی ذکر ہے کہ واقعہ صلیب سے قبل آپ یہود سے بچ کر انطاکیہ چلے گئے تھے لیکن پھر واپس آئے اور نعوذ باللہ صلیب دیئے گئے۔

(بحوالہ جیوش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ Jesus)

چونکہ مصر میں بنی اسرائیل ابتدائی جلا وطنی کے زمانوں سے مقیم تھے اور جب کبھی فلسطین پر حملہ ہوتا ان کی ایک تعداد بھاگ کر مصر میں پناہ لے لیتی تھی۔ اس لئے وہاں بہت سی جماعتیں قائم تھیں جن میں اسکندریہ کی جماعت جس کا ہندوستان سے بحری رابطہ تھا سب سے بڑی تھی۔ یہودی سیاحوں کے بیان کے مطابق وہاں عذرا نبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تورات کا نسخہ موجود تھا۔ اور ایک معبد تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ ایلیاء نبی نے یہاں عبادت کی تھی۔

علامہ یاقوت مصر میں اھناس نامی شہر کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

......ھی علی غربیی النیل لیست ببعیدة عن الفسطاط' و ذکر بعضھم ان المسیح' علیه السلام ولد فی اھناس' و ان النخلة المذکورة فی القرآن المجید .... موجودة ھناك وان مریم علیھا السلام اقامت بھاالی ان نشا المسیح و سارا الی الشام نشاالمسیح و سارا الی الشام.......

(معجم البدان زیر لفظ اھناس)

ترجمہ: یہ دریائے نیل کے مغربی جانب سے جو فسطاط سے زیادہ دور نہیں ہے اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اھناس میں پیدا ہوئے۔ اور وہ کھجور کا درخت جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہاں موجود ہے۔ اور یہ کہ حضرت مریم علیہ السلام نے وہیں اقامت اختیار کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پرورش کی اور پھر شام چلی گئیں۔

لیکن یہ بیان اس وقت غلط ثابت ہوتا ہے جب ہمیں مسیح علیہ السلام کے اپنے حواریوں کے ساتھ مصر آنے اور مصر سے آگے اندلس جانے کا ذکر ملتا ہے گذشتہ ایک قسط میں ذکر کیا گیا تھا کہ کشمیر کی ایک قدیم تاریخ تاریخ الانبیاء میں درج ہے کہ

"در متون کتب تاریخ و اخبار مرقوم و اقلام بدائع آثار گذشتہ کہ نوبتے گزر مسیح باجمع کثیر از اصحاب ہدایت و ارباب عوامت سرزمین اندلس افتاد

یعنی کتب و اخبار تاریخ اور گذشتہ آثار میں حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے کثیر تعداد میں اصحاب کے اندلس جانے کا ذکر موجود ہے۔ اب اس کی تائید میں کہ مسیح اپنے ایک سفر پر مصر اور اندلس گئے ایک حوالہ ہمیں تاریخ

گزیدہ سے جو حمداللہ المتسوفی کی تصنیف ہے دستیاب ہوا ہے:

...... عیسیٰ دو سال در بیت المقدس دعوت کرد چوں کسی نمی پذیرفت عازم مصر شد درراہ مجمعی کازران رسید دو ازدہ کس بودند و ایمان آوردند ایشان حواریانند اسامی ایشاں اینست ماردص ، حاروص ،شمعون ، بودس بلدا قرطس یونس برماس قیس مجس اور اولیمان معتونس این دوازدہ کس با او زمین اندلس رفتند کر بارہ عیسی با بیت المقدس آمد جھودان قصد کشتن او کردند......

(تاریخ گزیدہ صفحہ ۶۳)

ترجمہ: عیسیٰ (علیہ السلام) نے دو سال بیت المقدس میں دعوت دی۔ لیکن چونکہ کسی نے اس کی پذیرائی نہ کی اس لئے آپ عازم مصر ہوئے راہ میں آپ کو کازرانوں کا مجمع ملا اور بارہ اشخاص آپ پر ایمان لے آئے یہ حواری کہلاتے ہیں ان کے نام ماردص ،حاروص ،شمعون ، بودس بلدا قرطس ، یونس برماس قبیس مجس اولیمان معتونس تھے یہ بارہ افراد آپ کے ساتھ اندلس کی سرزمین میں گئے ...... (اس کے بعد نزول مائدہ اور اندلس والوں کا اس نشان کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لانے کا ذکر ہے) .... عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ بیت المقدس لوٹ آئے اور یہود نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے مصر و اندلس کے سفر کا تجزیہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کی جلاوطنی کے ضمن میں فرماتا ہے وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اندلس اور مصر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل یہودی جماعتوں اور قبائل کی موجودگی تاریخ سے ثابت ہے۔ اس لئے نبوت کے بعد آپ کے ان علاقوں کے سفر سے آپ کے مشن کے بارے میں قرآنی صداقتوں کی تائید ہوتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ احادیث کی رو سے آپ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ فلسطین سے ہندوستان تک کا سفر ایک سال سے زائد کا نہیں۔ اسی طرح فلسطین سے اندلس اور فلسطین سے یمن و حجاز بھی زیادہ سے زیادہ چند ماہ کے پیدل سفر ہیں۔ اسی طرح ہندوستان سے مشرقی سائیبریا میں جھیل بائی کال تک اور چین کے مشرقی ساحلوں تک چند ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک برس کا پیدل سفر ہے۔ اس لئے مسیح علیہ السلام کے ان اطراف میں سفر اور ان کا اس قدر مسافت کا طے کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری بنی اسرائیل کے قبائل میں دینا تھا۔

اندلس کے یہود کی تاریخ نہایت قدیم ہے اور اندلس کے قدیم یہودیوں کے سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ اور اندلس کے یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی ہم درج کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دینے کے

فیصلے کے خلاف سنہدرین (یہودی عدالت) کو خط لکھا تھا۔ (بحوالہ جیوش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ اندلس)۔ اندلس کے یہود کی تاریخ کو اسلامی کتب میں مسیح کے سفر اندلس کے واقعات سے ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی مؤرخین نے مصر اور اندلس کے قدیم عیسائی فرقوں کی روایات سے یہ باتیں اخذ کی ہیں۔

واقعۂ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے۔

اکمال الدین میں ہے: عن صادق علیہ السلام قال : لما ولد المسیح اخفی اللّٰہ ولادتہ و غیب شخصہ 'لان مریم حملتہ انتبذت مکاناً قصیا ...... حتی کان من اِمر المسیح علیہ السلام ماقد اخبر بہ' واستتر شمعون بن حمون و الشیعتہ حتی افضی بھم الا ستتار اِلی جزیرۃ من البحر فِاقاموا بھا ففجر لھم فیھا العیون العذبۃ واخرج لھم من کل الثمرات' و جعل لھم فیھا الماشیۃ ...... ولم یکونوا یفقدون شیئاً من اِخبار المسیح (اکمال الدین صفحہ ۹۱ تا ۹۵ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۳)

ترجمہ: (حضرت امام) صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کو چھپا دیا اور آپ کی شخصیت کو غائب کر دیا۔ کیونکہ مریم آپ کو لے کر دور دراز مقام پر چلی گئی تھیں ...... حتی کہ مسیح علیہ السلام کا معاملہ ہوا جس کی خبر دی جا چکی ہے (یعنی واقعہ صلیب۔ ناقل) اور شمعون بن حمون اور ان کا گروہ پوشیدہ ہو گئے یہاں تک کہ وہ فرار ہو کر سمندر کے ایک جزیرے میں چھپ گئے تمام قسم کے پھل اور مویشی فراہم کئے گئے ..... اور وہ مسیح علیہ السلام کے حالات سے مکمل طور پر باخبر رہے۔

ان علاقوں کا مذہب

تکریت سے لے کر مصر اور نوبہ (Nubia) تک کے علاقے میں ظہور اسلام کے وقت میں تین عیسائی فرقے آباد تھے۔ ایک ملکی جو رومن حکومت کے وفادار تھے۔ دوسرے نسطوری جو فارسی حکومت کے حامی تھے اور تیسرے یعقوبی جو عراق میں تکریت' موصل اور الجزیرۃ میں' مصر کے علاقوں اور نوبہ میں نیز آرمینیا' قنسرین اور انطاکیہ وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ یعقوبی لوگ دراصل وہ لوگ ہیں جو جدید علمائے عیسائیت کی اصطلاح میں Monopathists کہلاتے تھے۔ یہ لوگ اصل مسیحی عقائد کے قریب تر تھے اور مسیح علیہ السلام کے سفر کی زیادہ روایات بھی ان ہی کے علاقوں میں ملتی ہیں۔ ان لوگوں کو یعقوبی کا نام اس لئے دیا گیا کہ ان ظلم کے مارے ہوئے عیسائیوں کو جو نسطوریوں اور ملکیوں دونوں کے مظالم سہتے تھے یعقوب برداوی نامی ایک عرب راہب نے از سر نو منظم کیا اور ان کے عقائد میں بہت کچھ ردوبدل کر دیا اس کی نسبت سے یہ لوگ یعقوبی (Jacobite) کہلاتے تھے یعقوبیوں کے مراکز موصل 'طور عبدین' تکریت اور انطاکیہ میں تھے۔ تینوں مقامات میں مسیح علیہ السلام کے آنے کی روایات ملتی ہیں۔

بلا تبصرہ

مرسلہ: ریاض محمود باجوہ

○

جذباتیت سے نکلیں، حقیقت میں آئیں"

جناب عنایت اللہ صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ "حکایت" لاہور مذکورہ عنوان سے اپنے اداریہ میں لکھتے ہیں
"ہم پاکستانی دھماکہ پسند اور دھماکہ خیز قوم ہیں کوئی من پسند واقعہ ہو جاتا ہے، کوئی فسادی ...... اشتعال انگیز جوش خطابت سے ہمارے مذہبی جذبات کو بھڑکاتا ہے یا کوئی نیا حکمران آکر بڑے ہی پرکشش انداز سے ہمیں سبز باغ دکھاتا ہے تو ہماری جذباتی حالت بارود کے اس ڈھیر جیسی ہو جاتی ہے جس میں چنگاری پھینک دی جائے۔ ہم گھروں سے نکل آتے ہیں، دھماکہ خیز نعرے لگاتے ہیں۔ موقع خوشی کا ہو تو مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، ڈھول بجاتے اور بھنگڑے ڈالتے ہیں، چھتوں پر جاکر کلاشنکوفیں اور ریوالور فائر کرتے ہیں اور ہماری حالت نیم پاگلوں جیسی ہو جاتی ہے۔
اور اگر بات "اسلام خطرے میں ہے" والی ہوتی ہے تو ہم اس کتے کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں جس کی طرف اشارہ کرکے ہمیں بتایا جاتا ہے کہ وہ کتا تمہارا کان لے گیا ہے۔ ہم کتے کا خون بہا کر اپنے کان کو ہاتھ لگا کر دیکھتے ہیں کہ کتا واقعی ہمارا کان لے گیا تھا یا کسی نے ویسے ہی اڑا دی تھی۔
ہم نئے حکمران کا استقبال دھماکوں جیسے نعروں سے کرتے ہیں اور اسے قیامت خیز نعروں سے چلتا کرتے ہیں۔ ہماری عقیدت کو احتجاج میں بدلتے کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی"

("حکایت" لاہور شمارہ جون ۱۹۹۸ء)

○

"ترقی یافتہ اور رجعت پسند"

جناب پروفیسر علی حسن مظفر صاحب اپنی کتاب "اکیسویں صدی اور ہمارے علماء" میں لکھتے ہیں:-
"ہمارا ترقی یافتہ طبقہ جدید علوم اور سائنسی تحقیقات کی طرف راغب ہے اس کے برعکس مذہبی طبقہ رجعت پسند اور دقیانوسی ذہن رکھتا ہے۔ ان دو مختلف رویوں نے مسلمان قوم کے ذہن میں اور عملی زندگی میں دو ایسے متضاد اور

متصادم رجحان پیدا کر دیئے ہیں جن میں اتحاد و تعاون کا کوئی رشتہ باقی نہیں رہا۔ جس کی وجہ سے پوری قوم ایک بحرانی کیفیت میں مبتلا ہے۔ انسان کا فطری رجحان ترقی یافتہ قوموں کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کا ہے مگر اس کے اس فطری رجحان کی نفی کرنے میں ہمارا مذہبی طبقہ صدیوں سے مصروف عمل ہے" (اکیسویں صدی اور ہمارے علماء صفحہ ۲۱۷)

دعائے مغفرت

مکرم چوہدری علی محمد صاحب ناظم انصاراللہ ضلع راجن پور مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء کو داجل میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنا اِلَیہِ رَاجِعُون مرحوم کی عمر ۶۵ سال تھی۔ آپ بڑے مخلص سادہ مزاج اور درویش منش انسان تھے۔ مجلس کا کام بڑی عمدگی سے کرتے رہے ناظم انصاراللہ ضلع راجن پور کی حیثیت سے دس سال خدمات سرانجام دیں ضلع کے دورہ جات بکثرت کرتے رہے۔ مختلف سالوں میں ان کا ضلع حسن کارکردگی کی بنا پر نمایاں پوزیشنیں حاصل کرتا رہا اس طرح اسناد خوشنودی حاصل کرتے رہے۔ آپ نے دعوت الی اللہ کا کام بھی بڑی مستعدی اور محنت سے کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ادارہ مرحوم کے اہل و عیال، جملہ پسماندگان اور انصاراللہ میں آپ کے رفقاء کار سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے (ادارہ)

بقیہ از صفحہ ۲۸ :

اپنے آپ کو پوری طرح ڈھانپ کر نکلو اور کسی کو ہرگز یہ موقع نہ دو کہ وہ تمہارے پاک چہروں کو دیکھے اور بد نظر سے ان کے تقدس کو مجروح کرنے کی کوشش کرے یہ پردے کی تیسری قسم ہے"

(جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء خواتین سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب)

الغرض پردہ خواہ کسی قسم کا ہو اور پردہ کی کوئی بھی صورت ہو۔ پردہ کا مغز اور لب لباب اس بات میں مضمر ہے کہ ہر مومن مرد اور عورت غض بصر کو اپنا شعار بنائے اور ہر حال میں نظریں نیچی رہنی چاہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے احمدی عورت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے کہ احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں کیونکہ اگر آپ نے بھی یہ میدان چھوڑ دیا تو دنیا میں کون سی عورتیں ہوں گی جو اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے آگے آئیں گی" (الفضل ۲۸ فروری ۱۹۸۳ء)

نہایت ضروری اعلان

مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی فرد یا ادارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی تصانیف ۔ خطبات اور لیکچرز نیز سلسلہ احمدیہ کی کوئی کتاب انٹرنیٹ (INTERNET) پر دینے یا کسی دوسرے طریق سے ان کی اشاعت کا مجاز نہیں جب تک وہ وکالت تصنیف ۔ لندن سے باقاعدہ تحریری اجازت حاصل نہ کرلے۔

اس ہدایت کی خلاف ورزی کاپی رائٹس (COPY RIGHTS) کی خلاف ورزی ہے۔ ارتکاب کرنے والے شخص یا ادارے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔

منیرالدین شمس

وکیل التصنیف۔ لندن

نوٹس

بورڈ آف مینجمنٹ ایم ٹی اے انٹرنیشنل
16-GRESSENHALL ROAD
LONDAN SW18 5QL

س قوم ایک
س کے اس
ور ہمارے

ات پا گئے
مان تھے۔
انجام دیں
س حاصل
محنت سے
رگان اور

ا خطاب)
نمبر ہے

Monthly ANSARULLAH Rabwah
Editor: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No. CPL - 92 JULY 1998

محمدؐ پر ہماری جاں فِدا ہے

(انتخاب از کلامِ سیّدنا حضرت المصلح الموعود...)

محمدؐ پر ہماری جاں فِدا ہے — کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مِرا دِل اس نے روشن کر دیا ہے — اندھیرے گھر کا میرے وہ دِیا ہے
حیاتِ جاوداں مِلتی ہے اس سے — کلامِ پاک ہی آبِ بقا ہے
مِرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمدؐ — مِرے دل کا یہی اِک مدّعا ہے
اُسی کے عشق میں نکلے مِری جاں — کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے
مجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ — مِرا معشوق محبُوبِ خدا ہے
محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے — محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے
اسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں — وہی آرام میری رُوح کا ہے
خدا کو اس سے مِل کر ہم نے پایا — وہی اِک راہِ دِیں کا رہنما ہے

(کلامِ محمود)